جلد نمبر ۳۵
۱
ماہنامہ
الحق
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ
بانی دارالعلوم حقانیہ
مدیر
مولانا سمیع الحق

اے بی سی آڈٹ بیورو آف سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت
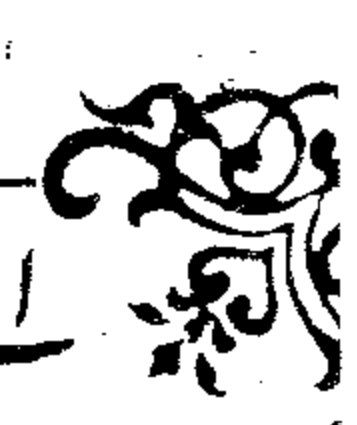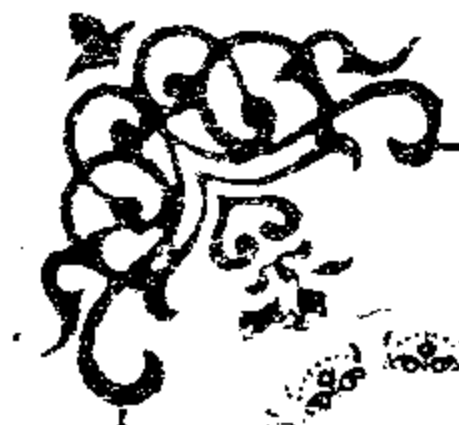
جلد ـــ ۳۰
شمارہ ـــ ۱
جمادی الاول ـــ ۱۴۱۵ھ
اکتوبر ـــ ۱۹۹۴ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بیاد
حضرۃ مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ
مدیر :- عبدالقیوم حقانی

مدیر اعلیٰ
حضرۃ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی
ناظم ـ شفیق فاروقی

فون نمبر ڈائریکٹ ڈائلنگ سسٹم
۴۳۵ / ۳۴۰
کوڈ نمبر ـ ۰۵۲۳۹

اس شمارے کے مضامین

نقشِ آغاز ـــ (ادارہ) ـــ ۲
(موجودہ بحران اور بہی خواہانِ ملت کا لائحہ عمل ـ طاعون، حقیقت وعبرت اور الحق کا سالِ نو)
نظام اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی ـــ مولانا سمیع الحق مدظلہ ـــ ۹
(کھانے میں تقلیل، کفایت اور اجتماعیت کی ترغیب وتشویق اور فوائد وثمرات)
طاعون ایک خطرناک وباء ـــ علامہ ابن القیمؒ ـــ ۲۱
دنیا کو ایٹمی اسلحہ سے پاک کرنے کا امریکی عزم ـــ حافظ محمد اقبال مانچسٹر ـــ ۲۹
نیو ورلڈ آرڈر (فتنۂ دجالیت کا ظہور) ـــ مفتی فضل الرحمٰن ہلال عثمانی ـــ ۳۳
متھرا کا پس منظر اور پیش منظر ـــ مولانا سید تصدق بخاری ـــ ۳۵
قرآن مجید اور اس کے تراجم ـــ مولانا سعید الرحمٰن علوی ـــ ۳۹
مسجد نبوی کے امام شیخ عبدالعزیز کا سانحۂ ارتحال ـــ (ادارہ) ـــ ۴۹
فریاد ہے اے کشتیٔ امت کے نگہبان ـــ علامہ مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ
افکار وتأثرات ـــ قارئین بنام مدیر ـــ ۵۳
بیت المال کے چیئرمین کا رقص / نیو ورلڈ آرڈر ـــ المہندس عبدالمنان / محمد اقبال مانچسٹر
ولی خان کا اعتراف / عذاب جہنم سے بچنے کیلئے فائر پروف ـــ ضیاء الدین قریشی / قاضی سراج الدین
سرسید اپنی تحریرات کے آئینہ میں / پاکستان کی قیادت کیلئے نمونۂ عمل ـــ علامہ تصدق بخاری / احسان اللہ فاروقی
دارالعلوم کے شب وروز ـــ شفیق الدین فاروقی ـــ ۵۹
(عبداللہ عبدالمحسن الترکی کی دارالعلوم آمد، افغان علماء کا اجتماع اور تقریب انعامات)
تعارف وتبصرۂ کتب ـــ مولانا عبدالقیوم حقانی ـــ ۶۳

پاکستان میں سالانہ ۱۰۰/- روپے فی پرچہ ۱۰/- روپے بیرون ملک بحری ڈاک ۱۶/- پونڈ بیرون ملک ہوائی ڈاک ۲۶/- پونڈ
سمیع الحق استاذ دارالعلوم حقانیہ نے منظور عام پریس پشاور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

ملک کے موجودہ بحران میں بہی خواہان ملت کا لائحہ عمل۔
طاعون ایک وبا، حقیقت اور عبرت۔
اور ماہنامہ الحق کا سال نو۔

مملکتِ عزیز پاکستان میں ایک بار پھر سیاسی انارکی، بدامنی، خانہ جنگی اور ہڑتالوں کا سلسلہ چل پڑا ہے۔ پی پی پی نے لانگ مارچ سے جس کام کی ابتدا کی تھی، ٹرین مارچ، پہیہ جام ہڑتال اور تحریک نجات اسی سلسلہ سیاست کے نقد ثمرات اور مسلسل کڑیاں ہیں، جو مزید بڑھتی چلی جائیں گی، جب تک کہ مروجہ نظام کا یکسر خاتمہ نہیں کردیا جاتا۔

ہم خالصتہً دینی اور اسلامی نقطہ نظر سے علی الاعلان دونوں سے اپنی براءت کا اعلان کرتے ہیں کہ دین حق کی بالادستی اور نفاذِ شریعت کے امکانات کے استرداد پر دونوں متفق ہیں۔

موجودہ حالات میں خالصتہً دینی کاز اور دینی دعوت کا کام کرنے والوں کے لیے گویا بارش کا موسم آگیا ہے اور ٹھنڈی ہواؤں کے ساتھ کالے بادل فضا میں منڈلانا شروع ہوگئے ہیں اور خدا کا فرشتہ خاموش زبان میں یہ اعلان کررہا ہے کہ کون ہے جو اپنا بیج زمین میں ڈالے تاکہ خدا سارے کائناتی نظام کو اس کی موافقت میں جمع کردے اور اس کے بعد اس کے بیج کو سات سو گنا زیادہ فصل کی صورت میں اس کی طرف لوٹائے۔

پاکستان میں ایسا ہی کچھ معاملہ آج نظامِ شریعت کے نفاذ و ترویج اور اس کی دعوت و تبلیغ کا بھی ہے خدا نے آج سارے اسباب دین کی موافقت پر جمع کردیے ہیں لوگوں نے تمام نظام آزما لیے ہیں۔ پارلیمانی نظام بھی، صدارتی نظام بھی، مارشلائی نظام بھی، مسلم لیگ بھی، پیپلز پارٹی بھی۔ گریجویٹ بھی، وکلاء بھی، سیاست دان بھی، سرمایہ دار بھی اور کارخانے دار بھی ـــ نصف صدی کی گردش کے بعد زمانے نے فیصلہ کی بنیاد فراہم کردی ہے جو عین ہمارے حق میں ہے۔

اب ان امکانات کو بروئے کار لانے کے لیے ضرورت ہے کہ کچھ خدا کے بندے اٹھیں جو صرف خدا ہی کی رضا کے لیے غلبۂ اسلام اور نفاذِ شریعت کے مشن کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیں جو لوگ اپنے آپ کو اس مشن کے حوالے کر دیں گے ان کے لیے خدا کا وعدہ ہے کہ وہ ان کے عمل کا سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ انعام آخرت میں لوٹائے گا اور اسی کے ساتھ اگر اللہ نے چاہا تو موجودہ دنیا میں بھی نقد ثمرہ اور انقلاب آفریں نتیجہ سے نوازے گا۔

وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَاةَ	اگر وہ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو
وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِمْ مِنْ	اور اس کو جو کہ نازل ہوا ان پر ان
رَبِّهِمْ لَأَكَلُوا مِنْ فَوْقِهِمْ	کے رب کی طرف سے تو کھاتے اپنے اوپر سے
وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ	اور پاؤں کے نیچے سے۔

پاکستان کی تاریخ شدید بحرانوں سے گزری ہے اور اب ایک جدید مرحلے کا آغاز ہونا ہے معلوم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو اس مرحلے کو شروع کرنے کی سعادت کریں گے۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ آج اس سے بڑا کوئی کام نہیں اور آج اس سے بڑا کوئی میدانِ عمل نہیں جس میں قوت والے اپنی قوت لگائیں، فکر و عمل کی صلاحیتیں صرف کر دیں اور حکمت و تدبر اور دانشمندی و موقع شناسی کا ثبوت دیتے ہوئے میدانِ عمل میں کود پڑیں۔ مگر یہ قیمتی سعادت کسی کو سستے داموں نہیں مل سکتی یہ تو اسی خوش نصیب روح کا حصہ ہے جو حقیقی معنوں میں خدا کا مومن بندہ ہونے کا ثبوت دے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آدمی اپنی عام دنیادارانہ زندگی کے ساتھ کچھ اسلامی عملیات کا جوڑ لگا لے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسلام ہی آدمی کی پوری زندگی بن جائے۔ اسلام ہاتھ کی چھنگلیا نہیں بلکہ وہ آدمی کا پورا ہاتھ ہے۔ اس منزل کے حصول کا یہ راستہ بھی نہیں کہ آدمی "خدائی فوجدار" بن کر کھڑا ہو جائے اور صرف حکمرانوں کے خلاف اپوزیشن کا پارٹ ادا کرنے کو اسلام کا کمال سمجھنے لگے۔ یا حکومت کا حصہ بن کر اپوزیشن کو رگیدتا رہے اور کہے کہ بس یہی عین اسلام ہے۔ بلکہ اس منزلِ سعادت کو وہ لوگ حاصل کریں گے جن کے سینے میں اسلام ایک نفسیاتی طوفان بن کر داخل ہوا ہو جو خدا کو اتنا قریب پائیں کہ اس سے ان کی سرگوشیاں جاری ہو جائیں جن کی تنہائیاں خدا کے فرشتوں سے آباد رہتی ہوں جن کے اسلام نے ان کی زبان میں خدا کی لگام دے رکھی ہو اور جن کے ہاتھوں اور پاؤں میں خدا کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہوں اور جن کے اسلام نے ان کو حشر کی آمد سے پہلے حشر کے میدان میں کھڑا کر دیا۔

اسلامی انقلاب کا نعرہ ایک فیشن بن چکا ہے جو مروّجہ سیاست کی راہ سے نہیں خالص دعوت و تبلیغ کی راہ سے آتا ہے کسی معاشرہ میں جب قابل لحاظ تعداد ایسے افراد کی جمع ہو جائے جو اللہ کے لیے جینا اور اللہ کے لیے مرنا چاہتے ہوں تو قدرتی طور پر وقت کی سیاست اور تمدّن پر انہی کا غلبہ ہو جاتا ہے اسلامی سیاست، اسلامی انقلاب اور اسلامی نظام نام ہے ایسے لوگوں کے ہاتھ میں اقتدار آنے کا جو اللہ کے آگے اپنے کو بے نفس کر چکے ہوں، جنہوں نے اپنی "انا" یعنی "میں" کو خدا تعالیٰ کی عظیم تر "انا" یعنی "وہ" میں گم کر دیا ہو جن کے جذبات اور احساسات آخرت سے اتنا زیادہ متعلق ہو جائیں کہ دنیا ہی ان کا کوئی حوصلہ باقی نہ رہے جو دوسروں کے دل کے درد کو اپنے سینہ میں محسوس کرتے ہوں، ایسے ہی افراد اسلامی نظام قائم کرتے ہیں۔ اور ایسے افراد اس وقت بنتے ہیں جبکہ ہر قسم کے دنیوی مقصد سے بلند ہو کر خالص خدا کی رضا اور آخرت کے لیے تحریک چلائی جائے۔

اس کے برعکس اگر نعروں اور جلسوں کے زور پر کوئی انقلاب برپا کیا جائے وہ انقلاب نہیں ایک ہڑبونگ ہو گا جہاں اسلام کے نعرے تو بہت ہوں گے مگر اسلام کے عمل کا کہیں وجود نہیں ہو گا ایسے لوگ حق کے تقاضوں کا نام لیں گے مگر عملاً اپنے گروہ کے تقاضوں کے سوا کوئی چیز ان کے سامنے نہ ہو گی وہ انقلاب اسلامی کے ہنگامے برپا کریں گے مگر حقیقتاً ان کا مدعا یہ ہو گا کہ دوسروں کو تخت سے ہٹا کر خود اس پر قابض ہو جائیں، یا اپنی کسی حلیف جماعت کو قبضہ دلا دیں اور اس کے بدلے تھوڑا سا مفاد حاصل کر لیں، وہ انسانیت اور اخلاق کے نام پر جلسوں اور تقریروں کی دھوم مچائیں گے مگر اس کا مقصود صرف یہ ہو گا کہ ایک خوبصورت عنوان پر اپنی قیادت کی شان قائم کریں۔ اسلامی انقلاب کی واحد لازمی شرط بغیر انانیت اور گروہ بندی اور حزبی تعصّب کے کار آمد اور مخلص انسانوں کی فراہمی ہے اور موجودہ مروّجہ طرز کی تحریکوں سے سب سے کم جو چیز پیدا ہوتی ہے وہ یہی ہے بلکہ سیاسی اور قومی انداز کی مروّجہ تحریکیں تو انانیت، جاہ پسندی، اقتدار پرستی اور حزبی جتھہ بندی کی غذا ہیں یہ تحریکیں خارجی انقلاب کو نشانہ بناتی ہیں مگر افراد کے اندر ذہنی فکری اور شعوری انقلاب اور کردار پر توجہ نہیں دیتیں کردار ہمیشہ فکری شعوری باطنی اور ذہنی محرک سے پیدا ہوتا ہے۔ خارجی محرک سے نہیں۔ کوئی آدمی دوسرے کے لیے نہیں کماتا لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ اسی طرح کوئی آدمی کسی بیرونی محرک کے لیے باکردار بھی نہیں بنتا۔ جو لوگ "اسلامی انقلاب" اور "نظام" کے نام پر افراد سے باکردار بننے کی اپیلیں کرتے ہیں وہ صرف اپنی سطحیت کا ثبوت دیتے ہیں۔

موجودہ موافق ترین حالات میں حقیقی اسلامی کام، نفاذ شریعت اور غلبہ دین کے کام کے آغاز کی واحد صورت یہ ہے کہ اس صورت حال کو ختم کردیں جس نے پاکستان سمیت ساری دنیا میں اسلامی تحریکوں کو خالصتہً سیاسی تحریکوں کے ہم معنی بنا کے رکھ دیا ہے کہیں ان کی یہ تحریک غیرمسلم اقتدار کے خلاف برپا ہے اور کہیں مسلم اقتدار کے خلاف، کہیں وہ مسلح جدوجہد کے روپ میں ہے اور کہیں زبانی اور قلمی احتجاج کے روپ میں، کہیں وہ ایک اسلامی سیاسی فلسفہ کے زیر سایہ کام کر رہی ہے اور کہیں فلسفہ و نظریہ کے بغیر متحرک ہے کہیں اس نے ملی عنوان اختیار کر رکھا ہے اور کہیں نظامی عنوان۔ تاہم سارے فرق و اختلاف کے باوجود نتیجہ سب کا ایک ہے — موجودہ حالات میں جدید امکانات کو دعوت توحید، دعوت اسلام اور فکر آخرت کے لیے استعمال کرنے سے گریز کرکے اپنی قوتوں کو بے فائدہ طور پر مفروضہ سیاسی حریفوں (جو کبھی حلیف ہوتے ہیں اور کبھی حریف) کے خلاف محاذ آرائی میں ضائع کرتے رہنا ناعاقبت اندیشی ہے۔

یہ وقت خودساختہ سیاسی جہاد کا نہیں کسی بھی بڑی پارٹی سے سیاسی جوڑ توڑ، وابستگی اور مفادات کے حصول کا نہیں بلکہ فکری شعوری اور دعوتی جہاد کا وقت ہے مگر افسوس کہ اس میں اپنا حصہ ادا کرنے کی فرصت کسی کو نہیں۔

موجودہ حالات خدا کا بنا بنایا منصوبہ ہے خدا تعالیٰ نے کام کرنے کے سارے بہترین امکانات کھول دیئے ہیں۔ بارش کا آنا خدا کے ایک منصوبہ کا خاموش اعلان ہے، کسان اس خدائی اشارہ کو فوراً سمجھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو اس خدائی منصوبہ میں پوری طرح شامل کر دیتا ہے اس کا نتیجہ ایک لہلہاتی ہوئی فصل کی صورت میں اس کو واپس ملتا ہے اسی طرح موجودہ حالات میں اللہ نے اپنے دین کے حق میں کچھ نئے بہترین مواقع کھول دیئے ہیں یہ مواقع حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا حلیف اور حریف بنے بغیر توحید و آخرت، نظام شریعت اور اس کے برکات و ثمرات کی دعوت عام میں صرف کیے جائیں تب کہیں جا کر سیاسی انقلاب کا نتیجہ مرتب ہوگا۔ سیاسی انقلاب کی اہمیت اسلام میں کیا ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے سیاسی انقلاب دراصل اس کا نام ہے کہ اہل حق کو اہل باطل پر غلبہ حاصل ہو جائے (الصف) قرآن مجید کی صراحت کے مطابق یہ غلبہ خدا کی توفیق اور نصرت سے حاصل ہوتا ہے وما النصر الا من عند اللہ اور خدا کی نصرت کا استحقاق حاصل کرنے کی واحد لازمی شرط مخلصانہ اور بھرپور فکری و ذہنی تربیت اور دعوت ہے، اہل حق جب موافق حالات

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظامِ شریعت کی دعوت کے عمل کو اس کی تمام جامع شرائط کے ساتھ شروع کریں اور اس کو کرتے ہوئے اتمامِ حجت کے قریب پہنچا دیں تو اس کی تکمیل کے نتیجہ میں ایک طرف اہل حق انعام کے مستحق ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف اہل باطل سزا کے مستحق۔ اس وقت خدائی منصوبہ کے تحت حالات میں تبدیلی شروع ہو جاتی ہے، اہلِ حق خدائی طاقت سے مسلح ہو کر اہل باطل پر غالب آتے ہیں دعوتِ حق اور اتمامِ حجت کے بغیر محض سیاسی کارروائیوں سے کبھی کسی مسلم گروہ کو غیر مسلم طاقتوں پر کسی صالح جماعت کو، مفسد قوتوں پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا یہ خدا کی سنت ہے اور خدا کی سنت میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی، غیر مسلم اقوام اور لادین اور مفسدین قوتوں کے لیے غلبہ کا فیصلہ خدا کے عام قانونِ امتحان کے تحت ہوتا ہے (یونس ۱۴) مگر اہلِ ایمان اور صالحین کے لیے غلبہ کا فیصلہ قانونِ اتمامِ حجت کے تحت ہوتا ہے اگر ہم حالات کی موافقت کے باوجود غیر مسلم یا مفسدین کے گروہ پر فکری شعوری اور دعوتی عمل کو انجام نہ دیں تو ہم کو یہ امید بھی نہیں کرنی چاہیئے کہ غیر مسلم یا لادین قوتوں پر ہمیں غلبہ عطا کیا جائے گا، تربیتی اور دعوتی عمل ہی تو اسلام بیزار قوتوں پر غلبہ کی قیمت ہے پھر جب قیمت ادا نہ کی گئی ہو تو متاعِ مطلوب آخر کس طرح حاصل ہوگی۔

ماہنامہ الحق زندگی کی ۲۹ بہاریں پوری کر کے تیسویں مرحلے میں ان حالات میں ——— داخل ہو رہا ہے جب کہ عالمی اور بین الاقوامی سطح پر خدائے ذوالجلال کی ابدی اور لافانی قدرت کا مظاہرہ ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مقلب القلوب ہم کو راہِ حق پر ثابت قدم رکھے، زلزلہ وباء موت، تباہی اور بربادی کا قصہ اس دنیا میں کوئی نیا واقعہ نہیں ہے جہاں بھی پیش آئے اور جب بھی پیش آئے، دردناک ہے غم بہرحال غم ہے اپنے کا ہو یا پرائے کا اور ہم مسلمانوں کے نزدیک تو کوئی بھی پرایا نہیں ہے۔ کلکم من آدم وآدم من تراب یعنی تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے اور ہم اس رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہیں جو رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر فرمایا کرتے تھے اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں وہ لوگ بھی ہمارے بھائی تھے جو گذشتہ سال ستمبر کے آغاز تک بھارت کے لاتور کے گاؤں کیلاری میں، اور عثمان آباد کے علاقے میں آباد تھے اور وہ لوگ بھی ہمارے بھائی ہیں جو اس سال ستمبر میں صوبہ گجرات کے شہر سورت میں دادِ عیش دے رہے تھے ان پر زلزلہ آیا اور ان پر طاعون کی وباء۔

کل تک ان میں زندگی اور زندگی کی تمام رعنائیاں تھیں مگر زلزلے نے پل بھر میں گاؤں کے

گاؤں صفحہ ہستی سے مٹا دیئے اور طاعون نے تازہ رپورٹ کے مطابق ایک ہزار افراد کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ پانچ ہزار افراد مبتلا ہو رہے ہیں اور چار لاکھ افراد طاعون کے خوف سے سورت سے ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ قرآن کے آفاقی حقائق ہیں جو دہرائے جا رہے ہیں۔

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَنْ لَمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ (ہمارا حکم آگیا راتوں رات یا دن کی کسی گھڑی میں تو ہم نے ان بستیوں کو ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتیاں ہیں اور لوگ ایسے ہو گئے جیسے کبھی آباد ہی نہ تھے)

اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ وبائی مرض بھارت کے شہر سورت سے نکل کر احمد آباد، بمبئی دہلی اور بیرونی ممالک میں سری لنکا، بنگلہ دیش، یو اے ای اور برطانیہ وغیرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک نے بھارت کے ساتھ آمد و رفت کے تمام ذرائع منقطع کر دیئے ہیں اور پوری دنیا میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ہے جو زندہ ہیں وہ مردوں کے کیا کام آسکتے ہیں، قدرت کے فیصلے اور اجل کے مرحلے ہزار ٹالے سے نہیں ٹلتے یہ بے بسی بھی دیکھ لیجئے ساری دنیا سے لاکھوں بلکہ کروڑوں کے حساب سے دوائیں آرہی ہیں مگر یہ ساری دولت زندگی کا ایک سانس واپس نہیں کر سکتی۔ جو زندہ ہیں ان میں خوف، ہراس، وحشت، بے اعتمادی اور از خود رفتگی کا عالم ہے ان کو پونڈوں، ڈالروں اور بیش قیمت ادویات کی امداد زندگی کی کوئی نعمت واپس نہیں کر سکتی۔

انسان انسان ہی ہے کمزور اور اوہام کی دنیا میں مگن رہنے والا اس کو نہیں معلوم کہ آنے والا پل اس کے لیے کیا پیغام لا رہا ہے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کا بھی کوئی قانون ہے تم سے پہلے بھی لوگ گزر چکے ہیں جن یہ تصویر قرآن دکھا چکا ہے۔

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ ان کو زلزلے (خدا کے عذاب) نے آدبوچا تو اپنے گھروں میں (جس طرح اوندھے منہ پڑے تھے) اسی طرح اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

تو قرآن سن کر منہ پھیر لیتا ہے اپنی اکڑ پر، گھمنڈ پر، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم خود فریبی میں مبتلا۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا جب اس کے سامنے ہماری آیاتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا اس طرح منہ پھیرتا ہے۔ جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔

زلزلے اور وبائیں دنیا میں پہلے بھی آئے ہیں اور آج بھی آرہے ہیں جو گیا وہ واپس نہیں

ہو سکتا، مگر آج کے مٹنے والوں کو کون یاد رکھے گا۔ تاریخ میں تو اُن کی گنتی ہی بتائی جائے گی جیسے عاد قوم شعیب اور قوم لوط کے قصے ہم سنتے ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں کاش! ہمارے بھائی اب بھی ہوش میں آئیں کہ پروردگار کی بھی ایک طاقت ہے دنیا کو اب یہ بہر حال مان لینا چاہیئے کہ کارساز کا دست قدرت کوئی قوت رکھتا ہے۔

ہم الحق کے سال نو کے آغاز کے موقع پر خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر و استغفار بجا لاتے ہوئے اپنے مخلص قارئین سمیت پوری عالمی برادری کو کائنات میں قدرت کی ان کارفرمائیوں سے حقیقت کے اعتراف، عبدیت کے لائحہ عمل اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔

عبدالقیوم حقانی

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہ اور حضرۃ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کو صدمہ

گذشتہ ہفتہ بقیۃ السلف شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ کی بڑی صاحبزادی کا انتقال ہوا مرحومہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں —— اسی طرح قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ کی اہلیہ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی والدہ بھی طویل علالت کے بعد اپنے خالق سے جاملیں مرحومہ حضرت مفتی صاحبؒ کی رفیقۂ حیات [illegible] اور پاکباز خاتون تھیں۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ دونوں کی تعزیت کے سلسلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان اور کلاچی تشریف لے گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور کلاچی میں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب سے تعزیت کی ادارہ دونوں حضرات کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے۔ (ادارہ)

افادات: حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی
ضبط: مولانا عبدالقیوم حقانی

نظام اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

کھانے میں تقلیل، کفایت اور اجتماعیت کی ترغیب وتشویق اور اس کے فوائد وثمرات

باب ما جاء ان المومن یاکل فی معیً واحدٍ

۱۔ عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الکافر یاکل فی سبعۃ امعاءٍ والمومن یاکل فی معاً واحد۔

۲۔ عن ابی ھریرۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضافہ ضیف کافر فامر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاۃٍ فحلبت فشرب ثم اخری فشربہ ثم اخری فشربہ حتی شرب حلاب سبع شیاہ ثم اصبح من الغد فاسلم فامر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاۃ فحلبت فشرب حلابہا ثم امر لہ باخری فلم یستتمہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن یشرب فی معاً واحد والکافر یشرب فی سبعۃ امعاء۔

ترجمہ۱: حضرت ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ؐنے فرمایا، کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

ترجمہ۲: حضرت ابو ہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا جو کافر تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا، بکری دوہی گئی اور اس کافر نے اس دودھ کو پی لیا پھر آپ ؐ کے حکم سے دوسری بکری دوہی

گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا۔ پھر تیسری بکری دوہی گئی وہ اسے بھی پی گیا، حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا پھر جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہوگیا، رسول کریم ؐ نے اس وقت بھی اس کے لیے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا بکری دوہی گئی اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر آپؐ نے دوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (بکری دوہی گئی) لیکن اب وہ اس کا پورا دودھ نہ پی سکا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔

احادیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا کھاتا ہے، یعنی آدھے پیٹ سے اور کافر پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے یعنی ایک آنت کے بجائے اس کا سارا پیٹ بھرتا ہے، مقصد یہ ہے۔

مومن کا مقصدِ حیات

کہ مومن کا مقصدِ حیات الگ ہے اور کافر کا علیحدہ یہ قلت حرص اور کثرت حرص کی ایک تمثیل ہے، کافر کی زندگی کا خلاصہ اور مقصدِ حیات صرف دنیا تک محدود ہے کھانا پینا اور دنیا کے لذائذ سے متمتع ہونا پیٹ بھرنا ہے اور بس۔ جب کہ مومن کا اصل مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی رضا، اور آخرت کی ابدی زندگی بنانا ہے مسلمان کے ذمہ بہت سے فرائض اور اس کے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے، جس کو اس نے پورا کرنا ہے صرف اپنی ہی نہیں عالم انسانیت کی ہدایت، اس کی فکر، اللہ کی رضا کا حصول اس کا مقصد ہے دنیا اس کے نزدیک چند روزہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا ہمارے لیے ایک گذرگاہ اور ایک پل کی مانند ہے ایک مسافر دھوپ میں جارہا ہوتا ہے اور درخت کے سایہ کے نیچے سستا لیتا ہے تو اس مختصر قیام اور سستانے کے لیے وہ مختصر ترین سامان آسائش پر اکتفا کرتا اور گذارہ کرتا ہے دنیا میں بھی انسان کی مثال مسافر کی ہے ارشاد ہے الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون میں اللہ نے یہی کہا ہے۔

ان احادیث کا مقصد تقلیل طعام (کم کھانا) ہے کہ اصل مقصدِ حیات پر توجہ دینی چاہیئے۔

حیوان اور انسان

حیوانات بھی تو کھاتے پیتے اور نکالتے رہتے ہیں، کفار کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

یاکلون کما یاکلون الانعام الایہ۔ کھانا پینا اور نکالتے رہنا یہ بھی کوئی مقصد ہے کفار بھی حیوانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری کوئی فریضہ اور عبادت

اور فکران کے ذمہ نہیں ۔

مغرب کی مادہ پرست تہذیب کا خلاصہ بھی محض مادیت اور محض اکل و شرب ہے روٹی سے ڈبل روٹی اور چیز کیک پیسٹریاں وغیرہ یہ سب دنیوی ترقیاں ہیں، اصل چیز اور اصل مادہ ایک ہے مگر اس میں قسم قسم کی لذتیں اور ان کے حصول کے لیے مختلف مختلف ڈیزائن بنائے جاتے ہیں، ساری کائنات معدے کی لذتوں کے گرد گھوم رہی ہے ۔ اکبر الہ آبادی نے اسی حقیقت کو منظوم کیا ہے ۔

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ ؎
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان ارشادات اور احادیث سے انسانی فکر و عمل کا صحیح رخ متعین کرنا چاہتے ہیں ۔

انسان مخدوم کائنات ہے کائنات میں ہر ہر چیز کا ایک مقصد حیات ہے اور وہ یہی کہ وہ انسان کی خدمت کرے شمس و قمر ہوں حیوانات و جمادات ہوں، نباتات ہوں، سب انسان کی خدمت پر مامور ہیں ۔ انسان ہر چیز کا محتاج ہے اللہ نے تمام کائنات اس کی خدمت میں لگا دی ہے فرمایا وسخر لکم الفلک ـــ وسخر لکم الانھار ـــ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین ـــ وسخر لکم اللیل والنھار ـــ وسخر لکم الانعام ھوالذی سخر البحر ـــ ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض ـــ ؛ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کشتیاں دریا، سمندر، چاند، سورج، رات دن چوپائے الغرض ہر ہر چیز مسخر کر دی اسے مفت میں بے دام ہیں تمہاری خدمت پر آمادہ کر دیا ہے ۔

صرف سورج پر غور کریں وہ بھی انسان کی ہزاروں منفعتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے بقاء ہر اسباب دنیا کی بقا اسی پر موقوف ہے اگر سورج نہ ہوتا تو اناج پیدا نہ ہوتا، نظام حیات باقی نہ رہتا۔ حرارتِ عزیزی نہ ہوتی، ہر چیز منجمد ہو جاتی، اگر آج ہی معلوم ہو جائے کہ سینکڑوں سال بعد سورج کی حرارت ختم ہونے والی ہے تو ہم آج ہی سے دنیا کی ہر قسم ایندھن، پیٹرول، گیس، کوئلہ، لکڑی کائنات کی ہر جلائی جانے والی چیزوں کا ذخیرہ کرنے میں لگ جائیں کہ دنیا اور اپنی زندگی بچا سکیں، سینکڑوں سال کا یہ جمع کیا گیا ایندھن چند گھنٹوں یا چند دنوں تک ہمیں حرارت دے سکے گا ۔

غرض اس طرح کائنات کی ہر چیز کا ایک مقصد ہے ۔ گائے، بیل، بھینس، اونٹ، گھوڑا ۔

بادل، ستارے الغرض سب کہہ سکتے ہیں کہ ہم جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں وہ پورا کر رہے ہیں اور وہ ہے حضرت انسان کی خدمت ہر چیز محتاج الیہ ہے۔ انسان اس کا محتاج ہے مگر ان میں سے کوئی بھی چیز انسان کی محتاج نہیں ہے، صرف اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے انسان ان کا محتاج ہے اور حاجتوں کی گھٹلی ہے کسی چیز کی بقاء اس پر موقوف نہیں

انسان کا مقصد حیات سب سے ارفع ہے

اگر انسان دنیا میں سرے سے نہ ہوتا، یا آج بھی دنیا میں کوئی بشر انسانی نہ رہے تو دنیا کو ان چیزوں کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ سورج، چاند اور ستاروں کو نباتات، جمادات کو انسان نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا نہ ان کو مضرت پہنچتی ہے۔ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا، مگر خدا کی قدرت کہ اس سراپا احتیاج انسان کو تمام کائنات پر مسلط کر دیا، اور ہاتھی شیر تک کو اس کا مسخر کر دیا تسخیر کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام اشیاء بغیر اجرت اور بغیر تنخواہ کے انسان کی خدمت میں مصروف کار ہیں وہ تمام اشیاء طاقت، خوراک اور قوت میں انسان سے بڑھ کر ہیں شہوت میں زیادہ ہیں، مگر انسان کے لیے مسخر کر دیئے۔ مقصد یہ ہے انسان کا مقصد حیات وہ نہیں جو ان کا ہے انسان کا مقصد ان سب سے بلند و بالا اور ارفع ہے۔ اسی وجہ سے محتاج ترین مخلوق کو سارے محتاج الیہ مخلوقات پر فوقیت دی گئی۔ کہ انسان کا مبلغ علم اور مطمع نظر صرف حیوانی زندگی کی آسائش و آرائش نہیں، قارون کی طرح آج سرمایہ داروں اور حکمرانوں کا مقصد بھی دنیوی آسائش اور مادیت پرستی بن چکا ہے ان کی ٹیکنالوجی سائنس کے کمالات اور ان کے تسخیری کارنامے وہ صرف دنیا تک محدود ہیں۔ ذٰلک مبلغهم من العلم۔ انسان کے علمی و روحانی کمالات اس سے بلند تر ہیں۔

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الکافر یاکل فی سبعة امعاء والمومن یاکل فی معاً واحد۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور ساتوں کو بھرتا ہے اور مومن ایک آنت پر کفایت کرتا ہے زیادہ کھانا کفار کی مشابہت ہے کم کھانا اہل ایمان کا شیوہ ہے، کم کھانے کی عادت اختیار کرنا عقلاً باہمت اور اہل حقیقت کے نزدیک مستحسن اور محمود ہے اس کے برعکس مذموم ہے۔ لیکن وہ بھوک جو حد افراط کو پہنچے ضعف بدن اور اضمحلال کا باعث ہو اور جس کی وجہ سے دین و دنیا کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو ایسی بھوک شرعاً ممنوع اور حکمت و دانائی کے خلاف ہے۔

ایک اشکال کا حل

بظاہر اشکال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (نعوذ باللہ) ہر جگہ صحیح نہیں ہوتا بہت سے لوگ کفار ہیں کم کھاتے ہیں اور بہت سے مومن ہیں جو خوب کھاتے ہیں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور پھر بھی بھوکے رہتے ہیں۔

مومن کی شان اور کافر کی شان

جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد سے خبر نہیں دے رہے بلکہ یہ انشاء ہے مومن کی شان بیان کی جارہی ہے کہ شان المومن ان یاکل فی معی واحد وشان الکافر ان یاکل فی سبعة امعاء

کافر کا مزاج وطبیعت دنیا ہے حرص ہے وہ پیٹ بھر کر کھائے تو کہا جائے کہ اس کا مقصد ہی یہی ہے مومن کی شان یہ ہے کہ نصف پیٹ کھائے خود کو بھوکا رکھے عبادت کے لیے حصول علم کے لیے اور آخرت کی تیاری کے لیے۔ مقصد حدیث یہ ہے کہ شان المومن کذا وشان الکافر کذا۔

اب اگر کافر اپنے ہدف، عادت اور طبیعت کے خلاف کرتا ہے تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم نہیں آتی یا ایک مومن ہے جو اپنی عظمت، مقام، شان اور مقصدیت کا لحاظ نہیں کرتا، دنیا پرستی اور لذتیت کے حصول میں مگن ہے اور پیٹ کے جہنم کو بھرنا ہی رہتا ہے تو اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم نہیں ہوا کرتی یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔

ایک خاص کافر کا قصہ

(۲) تاہم بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ایک متعین شخص ہے ایک متعین کافر ہے لام عہدی ہے جنسی نہیں جو حالت کفر میں ساتوں آنتیں بھرا کرتا تھا جب مومن ہوا تو بعد الایمان ایک آنت کے بھرنے سے سیر ہو جایا کرتا تھا الکافر اور المومن سے گویا ایک متعین اور معہود شخص مراد ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ قصہ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ (جسے اوپر حدیث کے لفظی ترجمہ میں نقل کر دیا گیا ہے)

ابن عبدالبر فرماتے ہیں لا سبیل الی حمله علی العموم لان المشاهدة تدفعه فکم من کافر یکون اقل اکلا من مومن وعکسه وکم من کافر اسلم فلم یتغیر مقدار اکله قال وحدیث ابی هریرة یدل علی انه ورد فی رجل بعینه

مومن ہمہ وقت سیر اور کافر کے ساتھ شیطان کی معیت کی نحوست

(۳) بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ مومن جب کھانا کھانے بیٹھتا ہے۔ تو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ اور کافر کے ساتھ شیطان شریک رہتا ہے اور وہ اس کے ساتھ شریک ہو کر کھاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

ان الشیطان یستحل الطعام اذا لم یذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ ۔ مومن بسم اللہ ذکر الٰہی کی برکت اور نور معرفت و ایمان کے سبب سے گویا ہمہ وقت سیر ہوتا ہے اس کو نہ تو کھانے پینے کی حرص ہوتی ہے اور نہ کھانے پینے کے اہتمام کی طرف توجہ اور رغبت ۔ اس کے برعکس کافر شیطان کی معیت و نحوست کے پیش نظر کھانے پینے ہی کو مقصود حیات سمجھتا ہے

کافر کی سات صفات

۴۔ بعض حضرات نے سبعۃ امعاء سے کافر کی سات صفات مراد لی ہیں مثلاً ۱۔ حرص ہے ۲۔ شرہ ہے ۳۔ طول امل ہے ۴۔ طمع ہے ۔ ۵۔ سوء طبع ہے ۶۔ حسد ہے ۔ دنیا کی محبت ہے اور مومن کی ایک آنت سے مراد صرف شدت جوع کا ازالہ ضرورت طعام کی تکمیل ہے اور وہ سد شبع ہے کہ بھوک ختم ہوجائے وہ قوت لایموت کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے جیسا کہ امام نووی رحؒ نے بھی شرح مسلم میں تصریح کی ہے ۔

۵۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ الف لام المومن میں استغراق کا نہیں بلکہ بعض المومن مراد ہے یعنی بعض المومنین یاکل فی معی واحد و بعض الکافرین یاکل فی سبعۃ امعاء مقصود تقلیل طعام تعلیم زہد ہے اور دنیا و اکل و شرب کی لذتوں میں انہماک سے اجتناب کی ترغیب ہے ۔

طعام کی سات شہوتیں

(۶) امام قرطبی فرماتے ہیں طعام کی شہوتیں سات ہیں مثلاً ۔ ۱۔ شہوت طبع ، ۲۔ شہوت نفس ۳۔ شہوت عین ۴۔ شہوت فم ۵۔ شہوت اذن ۶۔ شہوت انف ۷۔ شہوت الجوع ۔ شہوت الجوع اصل ضرورت ہے جس کے ساتھ مومن کھاتا ہے جب کہ کافر تمام شہوات کے ساتھ کھاتا ہے ۔ الغرض حدیث میں ترغیب و تنبیہ ہے کہ مومن صبر و قناعت کو لازم جانے ، زہد ریاضت مجاہدہ اور فقر و درویشی کی راہ اختیار کرے خور و نوش کی اس حد پر اکتفا کرے جو زندگی کی بقا کیلئے ضروری ہو اور اپنے معدے کو اتنا خالی ضرور رکھے جو نورانیت دل صفائی باطن اور شب بیداری وغیرہ کے سلسلہ میں ممد و معاون ہو ۔

آنتوں کی تعداد میں ایک اشکال

یہاں بعض نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آنتیں سات نہیں چھ ہیں تین فوقانی ہیں اوپر والی ہیں جو چھوٹی ہیں اور تین بڑی آنتیں نیچے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سات کا عدد ارشاد فرمایا ۔

شارحین حدیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعضاء جسم کی تشریح و تفصیل نہیں بتا رہے اور نہ ہی تشریح ابدان ان کا موضوع ہے ۔ بعثت رسولؐ کا مقصد علم طب اور اجزاء بدن کی تفصیلات بتانا نہیں ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سمجھانا چاہتے ہیں اور تکثیر اور تقلیل طعام

کی ایک حد بیان کرنا چاہتے ہیں تکثیر کے لیے سات کا عدد عرفاً استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی بدن کا آپریشن کیا آنتیں نکالیں اور پھر ان کو گنتے رہے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ہی نہیں تھا۔

قرآنی حقائق اور سائنسی تحقیقات

یہ علیحدہ بات ہے کہ قرآن مجید میں انسانی ساخت، اس کے اعضاء و اندام کی بناوٹ و حکمت، سلسلۂ توالد و تناسل میں حکمت و تدبیر کے اشارے ملتے ہیں مثلاً جنین کے متعلق قرآن مجید نے جو اشارے دیئے ہیں مثلاً بچے کے ابتدائی مراحل اطوار، کیفیات، تدریجی تربیت اور اس کی حفاظت و نشو و نما کے جو اہتمامات، اور انتظامات قدرت نے بیان کیے ہیں آج جدید ترین سائنسی تحقیقات اس کی بھرپور تائید اور تصدیق کرتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس قدر بھی سائنس ترقی کرتی چلی جائے گی قرآنی حقائق مزید نکھرتے چلے جائیں گے۔

بہرحال یہاں پر یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے آنتوں کی تعداد سات کیوں بتائی کیونکہ حضورؐ کا موضوع ہی جسم انسانی کا تجزیہ و تفصیل نہیں بلکہ یہاں سات کا عدد اس لیے لایا گیا کہ سات کا عدد ہر چیز میں کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے

سبعۃ امعاء، ایک محاورہ کا استعمال

یہ ایک محاورہ ہے جس طرح ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ناک تک نہ کھاؤ یا کھانے والا کہتا ہے کہ میں نے اتنا کھایا کہ ناک تک بھر گیا۔ شیخ سعدیؒ کا بھی مقولہ ہے چوں پُری از طعام تا بینی۔ اب ناک تک کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ کھانا ناک تک کھایا جاتا ہے، اصل حقیقت کے اعتبار سے یہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مگر محاورہ میں درست ہے کثرت اکل سے کنایہ ہے

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ کہ تم نے اصل آنت تو چھوڑ دی اس کو تو گنا ہی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ہو سکتی سب سے بڑی آنت تو خود معدہ ہے وہ بھی تو ایک ظرف ہے گویا معدہ سب سے بڑی آنت ہے چھ آنتیں اور ایک معدہ سات بنتے ہیں آپؐ نے تمام ظرف کو اشارہ کر دیا کہ اصل ظرف تو معدہ ہے تغلیباً اس پر آنت کا اطلاق فرمایا۔

اکرام اور احترام ضیف

عن ابی هریرة رضـ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضافه ضیف (تفصیلی قصہ لفظی ترجمہ میں عرض کر دیا گیا ہے)

یہ حدیث اس باب میں اس لیے لائی جا رہی ہے غرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد کی علمی تحقیق اور مشاہدہ "تائید ہو جائے، مضمونِ حدیث تو واضح ہے البتہ اس میں کافر مہمان کا احترام واکرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کا بھی اکرام اور احترام کیا کرتے تھے، اکرام اور احترام ضیف بھی مسلمان کا فریضۂ منصبی ہے چاہے ضیف (مہمان) کا تعلق کسی بھی مذہب، کسی بھی عقیدہ سے ہو مسلمانوں کو اضیاف (مہمانوں) کے ساتھ ایسے اخلاق اور برتاؤ کرنا چاہیئے کہ وہ خود اسلامی تعلیمات اور خوبیوں کی طرف راغب ہو جائیں، مسلمان کو بشاشت، اچھے اخلاق، عمدہ برتاؤ اور حسنِ خلق کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی آئے ہوئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں تو آپؐ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی جب وہ اندر آئے تو آپؐ ان کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی، مروّت اور حسنِ خلق سے ملے ان کا احترام کیا وہ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے تمام قبیلہ کا بدترین فرد ہے بئس ابن العشیرۃ او اخو العشیرہ ۔ پوری قوم میں اس جیسا برا کوئی نہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے تو اس کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ انسان کے لیے بدترین چیز یہ ہے کہ لوگ اس کی ترشروئی اور بداخلاقی کی وجہ سے اس کے پاس نہ آئیں ۔ ان من شر الناس من ترکہ الناس اتقاءَ فحشہٖ کفار تو آتے اس لیے تھے کہ مسلمانوں اور صحابہ کرام رضؓ کے اخلاق اور معاملات کی تحقیق کریں۔ انہیں یہ تجسس ہوا کرتا تھا کہ دینِ اسلام کے تعلیمات کیسے ہیں۔

پھر حضورؐ نے ضیافت مہمانداری اور احترامِ مہمان کی انتہا کردی صرف ایک شخص کی خاطر اس کی ضیافت کی خاطر سات بکریاں دوہنے کا انتظام فرمایا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اکرام ضیف یعنی مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ آنے والے ہر طبقے سے اور ہر عقیدے اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے مہمان کے ساتھ کشادہ پیشانی خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرم گوئی اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے، اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق میزبانی کرے۔

باب ماجاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین

۱۔ عن ابی ھریرہ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام الاثنین

۱۔ حضرۃ ابوہریرۃؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے اور تین کا چار کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔

۲۔ حضرۃ ابن عمرؓ اور حضرۃ جابرؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک کا کھانا دو کے لیے کافی ہو جاتا ہے اور دو کا کھانا چار کیلئے اور اسی طرح چار کا کھانا آٹھ کے لیے کافی ہو جاتا ہے

کافی الثلٰثۃ وطعام الثلاثۃ کافی الاربعۃ۔

۲۔ عن ابن عمرؓ وجابرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم طعام الواحد یکفی الاثنین وطعام الاثنین یکفی الاربعۃ وطعام الاربعۃ یکفی الثمانیۃ۔

امت کو ایثار کی تلقین

اس باب سے بھی غرض تقلیل طعام کی ترغیب ہے۔ قناعت اور کفاف اور قوتِ لایموت پر اکتفاء کی تعلیم ہے، کیونکہ ما یملاء بطن ابن آدم الا التراب، بنی آدم کا پیٹ قسم قسم کے کھانوں سے نہیں بھرا جا سکتا بالآخر مٹی اس کو بھر دے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کو ایثار، مواسات، مروت، ہمدردی، غمخوری کی تلقین فرماتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو انصار خدمت کیا کرتے تھے، پھر مہاجرین آئے مہمانوں کی کثرت ہوئی، دور دراز سے لوگ سفر کرکے حاضر خدمت ہوتے تو آپؐ انصار و مہاجرین سے فرماتے کہ مہمانوں کو آپس میں بانٹ لیا کرو اور حسب توفیق اپنے اپنے گھروں کو ساتھ لے جاؤ یا گھروں سے کھانا لاکر یہاں اکٹھے بیٹھ کر کھایا کرو گھر میں اگر دو آدمی ہوں تو دو مہمان ساتھ لیجاؤ اگر تین ہو تو تین مہمان ساتھ لے جاؤ اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا کہ زیادہ کھانے اور شکم پُری سے محفوظ رہوگے جو سراسر نقصان ہے دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ آپ کی مہمانی اور ضیافت میں عموم اور وسعت آئے گی زیادہ سے زیادہ لوگ مستفید ہوں گے طعام الواحد یکفی الاثنین الخ کی یہی مراد ہے۔

کفایت کی تعلیم

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ ایک آدمی کا کھانا دو آدمیوں کے لیے کیونکر کافی ہو سکتا ہے تو جواب یہ ہے کہ یہاں پر حضورؐ خبر نہیں دے رہے بلکہ مراد ہے حکم ہے تعلیم ہے کہ چاہیئے کہ ایک آدمی کا کھانا تم دو آدمیوں کے لیے کفایت کرو۔ ضروری نہیں کہ اس سے سیری بھی ہو بلکہ یہاں تو کفایت کی تعلیم ہے کہ ضروری حاجت پوری کر لیا کرو، قوت لایموت اختیار کرو یعنی جس کھانے کو دو آدمی سیر ہو کر کھاتے ہیں وہ تین اور چار آدمی بھی بطور قناعت کافی کر سکتے ہیں کہ وہ بھوک ختم کر سکتا ہے ان کو عبادت و طاعت کی طاقت اور قوت عطا کر سکتا ہے ان کے خوف کو دور کر سکتا ہے۔

قوت لایموت مایقوم به صلبه کو کہتے ہیں یعنی جس کھانے پر اس کی ریڑھ کی ہڈی قائم رہے یعنی روح اور جسم کا رشتہ قائم رہے جو کم کھانے پر بھی قائم رہ سکتا ہے۔ صحابہ کرامؓ ایک ایک کھجور پر گزارہ کیا کرتے تھے، بعض غزوات میں صحابہ کرامؓ کیکر کے پتوں پر کفایت کرتے تھے، ہفتوں ہفتوں جہاد اور غزوات میں اس پر گذارہ کیا ہے۔

بہرحال احادیث باب کی غرض اس طرف توجہ دلانا ہے کہ اگر تمہیں اتنا کھانا میسر ہو جو تمہارا پیٹ پوری طرح بھر سکتا ہے تو اس کو محض اپنے پیٹ بھرنے میں صرف نہ کرو بلکہ قناعت اختیار کرو اس میں اتنا ہی کھاؤ جو تمہاری غذائی ضرورت کی کفایت کرے اور جو تمہاری ضرورت واقعی سے زائد ہو وہ کسی دوسرے محتاج کو کھلادو۔

حضرت عمرؓ کا معاشی نظام

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں قحط سالی آئی عام الرفادہ، تو حضرۃ عمرؓ نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جن لوگوں کے پاس غذا موجود ہے وہ اُن لوگوں پر تقسیم کردوں جن کے پاس کھانے کو کچھ نہیں ہے مقصد یہ تھا کہ اگر ایک گھر میں پانچ آدمی ہیں اور ان کے پاس کھانا ہے تو پانچ فقراء کی کفایت ان کے حوالہ کردوں، اسی تناسب سے تمام علاقے میں نظام کفایت جاری کردیا جائے تو کوئی بھی بھوکا نہ رہے۔ کیونکہ آدمی آدھا پیٹ کھانے سے ہلاک نہیں ہوتا۔ اگر مالدار لوگ اپنا آدھا پیٹ کاٹ کر ناداروں کی زندگی کی بقاء کا ذریعہ بن جائیں گے تو باہمی اخوت وغمخواری کی معاشرت قائم ہوگی احادیث میں اس نکتہ کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ یہ نفس امارہ کا تقاضا تو ہو سکتا ہے کہ جو کچھ بھی میسر ہو وہ سب اپنے پیٹ میں ڈال لیا جائے لیکن انسانیت کا تقاضا یہ ہے کہ خدا نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں ان لوگوں کو بھی شریک کرلو جنہیں کچھ بھی میسر نہیں ہو سکا ہے۔

تہذیب مغرب اور کفران نعمت کا دفور

جدید مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کے سیلاب میں مسلمان بھی بہہ رہے ہیں بڑے بڑے شہروں اور بڑی تقریبات میں آج بھی منوں اور ٹنوں کے حساب سے عمدہ کھانا تقریبات سے فراغت کے بعد کوڑا کرکٹ سمجھ کر پھینک دیا جاتا ہے۔ حکیم محمد سعید صاحب نے تجزیہ کیا تھا کہ ان تقریبات میں ہر روز آدھے سے زیادہ صحیح طعام اور قابل استعمال کھانے ضائع ہوتے ہیں جو کروڑوں روپے کی مالیت ہوتی ہے، اب آپ دیکھیں ایک طرف کروڑوں روپے مالیت کا کھانا ضائع ہو رہا ہے دوسری طرف افلاس زدہ بھوکے ایک ایک نوالے کو ترستے ہیں، اسلام کا نظام اور اسلامی تعلیمات

یہ ہیں کہ بھوکوں کو امیروں اور مالداروں اور صاحب ثروت لوگوں پر تقسیم کردو۔ دیکھئے اسلام نے بھوکے کا کس طرح نظام بنایا کس قدر عمدہ تعلیم دی جب کہ کمیونزم نے تو بھوکے کے منہ سے بھی نوالہ چھین لیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا تھا وان الرجل لا یھلک علی نصف بطنہ۔ ایک آدمی اگر آدھے پیٹ کھانا کھائے تو وہ اس سے مرتا نہیں۔ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تائید کردی کہ طعام الواحد یکفی الاثنین آج ہمارے ڈاکٹر ڈائٹنگ پر زور دیتے ہیں اور اس سے علاج کراتے ہیں۔

پہلی روایت میں ثلث وربع اور دوسری میں تضاعف کیوں؟

باب کی دونوں حدیث میں بظاہر ایک تعارض یہ بھی ہے کہ پہلی روایت میں ثلث وربع کے حساب سے فرمایا گیا کہ ایک کا کھانا دو کو اور دو کا تین کے لیے کافی ہوتا ہے۔ جب کہ دوسری حدیث میں بطریق تضاعف یعنی دوگنے کے حساب سے فرمایا گیا ہے مگر یہ اختلاف اشخاص واحوال کے تفاوت کے سبب سے ہے، مقصد یہ ہے کہ جس جذبۂ قناعت اور جذبہ ایثار کی صورت میں دو آدمیوں کا کھانا تین کے لیے کافی ہو سکتا ہے بعض حالات اور بعض آدمیوں کی صورت میں وہی جذبہ ایثار وہمدردی کچھ اور بڑھ کر دو آدمیوں کا کھانا چار آدمیوں کے لیے بھی کفایت کر سکتا ہے۔

کھانے میں اجتماعیت کی تعلیم وتاکید

مقصد یہ ہے کہ حسب توفیق کھانے والوں کو جگہ دو اس میں اجتماعیت کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جیسا کہ وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضہ نے عرض کیا کہ ہمارا حال یہ ہے کہ کھانا کھاتے ہیں اور آسودگی حاصل نہیں ہوتی۔ آپ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم لوگ الگ الگ کھاتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہاں! الگ الگ کھاتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم کھانے پر اکٹھے بیٹھا کرو اور اللہ کا نام لے کر یعنی بسم اللہ کرکے اجتماعی طور پر کھایا کرو فاجتمعوا علی طعامکم واذکروا اسم اللہ تبارک لکم فیہ تو تمہارے واسطے اس کھانے میں برکت ہوگی اور طبیعت کو سیری حاصل ہو جایا کرے گی۔

بہرحال بعض حضرات نے جو ترجیح اجتماعیت کو دی ہے وہ احادیث سے ثابت ہے یعنی اگر انفرادی طور پر کھاؤ گے تو کفایت نہ ہوگی، برکت نہ ہوگی، اور اجتماعی نظام ہو تو تین آدمیوں کے

(بقیہ صـ۳۰ پر)

سنکارا

صحّت کا سرچشمہ

ہر گھر کے لیے۔ گھر بھر کے لیے

ہمدرد کا نصب العین تعمیرِ صحت ہے۔ بیماریوں سے پاک تندرست معاشرے کے قیام کے لیے ہمدرد نے ہمیشہ اپنی جدوجہد جاری رکھی ہے۔ آج بھی، جب غذا میں عدم توازن اور فضا میں آلودگی کے باعث انسان کی قوتِ مدافعت متاثر ہو رہی ہے اور زندگی کی تیز رفتاری کے سبب جسمانی توانائی میں کمی کی شکایت عام ہے، ہمدرد اپنی روایت برقرار رکھتے ہوئے توانائی فوراً حاصل کرنے کے لیے نباتی و معدنی مرکب سنکارا پیش کرتا ہے۔

سنکارا صحت بخش مجرب جڑی بوٹیوں اور منتخب معدنی اجزا سے تیار کیا جاتا ہے۔ یہ ایک نہایت موثر نباتی و معدنی مرکب ہے جو تیزی سے توانائی بحال کرتا ہے اور صحت برقرار رکھتا ہے۔

Adarts-CIN-1/91

زاد المعاد سے ایک باب

علامہ ابن القیمؒ
ترجمہ وتلخیص ع ق ح

طاعون، ایک خطرناک وباء

علاج، پرہیز واحتیاط اور متاثرہ علاقوں میں آمدورفت سے متعلق پیغمبر خداؐ کی ہدایات،

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے یہ سوال کرتے ہوئے سنا کہ انہوں نے پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے طاعون کے بارے میں کیا سنا، حضرت اسامہؓ نے فرمایا۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الطاعون رجز ارسل علی طائفۃٍ من بنی اسرائیل وعلیٰ من کان قبلکم فاذا سمعتم بہ بأرضٍ فلا تدخلوا علیہ واذا وقع بارضٍ وانتم بھا فلا تخرجوا منھا فراراً منہ۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک بڑا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا، اسی طرح ان لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔ جب تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری کے ہوتے وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی ایسی جگہ یہ عذاب آجائے جہاں تم پہلے سے تھے، تو اس سے بچاؤ کے لیے اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو، بچانے والا خدا ہے۔

طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گرد تندرستوں کو روک دینا چاہیئے اس سے کسی شخص کو نکلنے کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو، سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرض کے پھیلنے میں بڑی حد تک قابو پالیا جائے گا، اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس سے محفوظ رہیں گے۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا۔

اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ۔ طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے لیے خدا کی راہ میں جان دینا ہے۔

طاعون لغت میں وبا کی ایک قسم ہے، صحاح میں ہے کہ لغت تو یہ ہے۔ مگر اطباء کے نزدیک ایک ردی جان لیوا ورم ہے، جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد دبے جیسی ہوتی ہے، یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اس ورم کے اردگرد کا حصہ اکثر سیاہ سبز مٹیلا ہوتا ہے اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑجاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے، بغل کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔

ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ طاعون کا مرض ان خوردبینی جراثیم کے ذریعہ پھیلتا ہے جن کو چوہوں کے جوں لاتے ہیں، وہ پنڈلی اور کہنی کے حصہ میں کاٹتے ہیں، پھر چہرے پر ڈنک لگاتے ہیں، اس طرح انہوں نے طاعون کی تشریح جو وریدوں یا کنج بغل و گردن کے غدودوں پر پھیلنے میں کی ہے اور اثر عائشہ میں ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریمؐ سے عرض کیا۔

الطعن قد عرفناہ فما الطاعون — طعن (نیزہ بازی) تو اسے ہم نے جان لیا ہے
قال غدۃ کغدۃ البعیر — طاعون کیا ہے اسے بتلایئے آپؐ نے فرمایا
یخرج فی المراق والابط — کہ ایک گلٹی ہے جیسے اونٹوں کے طاعون میں
(مسند احمد ۶/ ۱۴۵) — ابھرتی ہے انسان کے بغل کھال میں ابھرتی ہے

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل، کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے جس کا سبب خون ردی ہے جس کی ردائت آمادہ عفونت وفساد ہو اور جلد ہی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جاتے، عضو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے اردگرد بھی خراب ہو جاتا ہے، کبھی ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے، دل میں ردی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جس سے قے خفقان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں، اگرچہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے۔ جو قلب کو ردی کیفیات سے آشنا کرے، یہانتک کہ مریض کے لیے ہلاکت کا باعث ہو، لیکن اصطلاح میں ایسے ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لیے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے ردائت صرف انہیں اعضاء تک سرایت کرتی ہے، جو طبعاً کمزور و بودے ہوتے ہیں، طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جن کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلٹیوں میں ہوتا ہے اس لیے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ ان میں سے سرخ گلٹی سنگینی میں سبب

سے کمتر ہے، پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی بچاؤ نہیں۔

طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

پہلی چیز یہی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتب کے بعد واقع ہوتی ہے، اور غالب گمان ہے کہ حدیث میں الطاعون شہادۃ لکل مسلم سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے، اور حدیث صحیح میں موجود ہے۔

اِنَّہٗ بقیۃُ رِجْزٍ اُرْسِلَ علیٰ بنی اسرائیل ۔[1] کہ طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ حصّہ ہے جو بنو اسرائیل پر بھیجا گیا تھا، اور اسی میں ہے

اِنَّہٗ وَخْزُ الجِنّ [2] کہ طاعون جنوں کی خلش ہے، جو انسان کو تباہ کر دیتی ہے اور اسی حدیث میں ہے کہ طاعون کسی

اِنَّہٗ دَعوۃُ نَبِیٍّ پیغمبر کی بددعا کا اثر ہے۔

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نبات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدَانِ (الرحمٰن : ۶) ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار ہیں۔

اس لیے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا ایجاد پورے طور پر موسم ربیع میں ہوتا ہے یہ موسم وہی ہے، جس میں آفات سماوی وارضی ختم ہو جاتے ہیں، یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ثریا تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھر آتی ہے۔

علامہ تمیمی نے اپنی کتاب "مادۃ البقاء" میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کے نزول کا وقت پوری انسانی وحیوانی دنیا کے لیئے دو ہیں۔ ایک [illegible] جبکہ

---

[1] بخاری نے ۶/۷۲ فی الانبیاء میں اس کا ذکر کیا ہے، اور مسلم نے حدیث اسامہ بن زید سے ۲۲۱۸ میں کیا ہے۔

[2] احمد نے ۴/۳۹۵، ۴۱۳، ۴۱۷ میں اور طبرانی نے معجم صغیر میں ص۷۱ پر ذکر کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے ۱/۵۰ میں اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

ثریا طلوع ہو کر طلوع فجر کے وقت ڈوب جائے، دوسرا وقت وہ ہے جب ثریا مشرقی مطلع سے اس وقت طلوع ہو جب کہ سورج طلوع ہونے والا ہی ہو، اور اس کا یہ مطلع منازل قمر میں سے کسی ایک منزل سے ہو رہا ہو: وہ زمانہ وہی ہے جب فصل ربیع کاٹی جاوے اور گاہنی جائے، البتہ اس کے طلوع ہونے کے وقت جو ضرر پہونچتا ہے، وہ خرابی میں اس ضرر سے کمتر ہے، جو اس ستارے کے ڈوبنے کے وقت پیدا ہوتا اور وہی وقت ہے کہ سورج نکل رہا ہو اور اسی کے ساتھ یہ ستارہ ڈوب بھی رہا ہو۔

ابو محمد بن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ بات مشہور ہے کہ ثریا جب طلوع ہوئی مصیبتوں کے دریچے کھل گئے اس سے آدمی اور جانوروں میں اونٹ دونوں ہی طرح طرح کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں بالخصوص اس ستارے کا ڈوبنا یہ تو بس مصائب کا پیش خیمہ ہے،

پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت کو ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو داخل ہونے سے روک دیا ہے، اور آپ نے جہاں بیماری پھیل گئی ہو وہاں سے دوسرے ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو بھاگ کر جانے سے بھی روکا تاکہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں، اس لیے کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔ جہاں موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہے اس آمادہ جہاں ستانی علاقے میں اپنے آپ کو خود لے جا کر سپرد کر دینا اور خود اپنے خلاف موت کی مدد کرنا کہ اس سے خود اس کو نقصان پہنچے، یہ ساری چیز خودکشی کے مترادف ہے، اور عقل و ہوش شرع و دیانت کے بھی خلاف ہے بلکہ ایسی زمین اور علاقے میں داخل ہونے سے پرہیز کرنا اس احتیاط اور پرہیز میں شمار ہوگا، جس کا حکم خدائے پاک نے کیا ہے اور انسان کو اس رہنمائی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایسی جگہوں سے دور رہنا ایسی فضا اور آب و ہوا سے بچنا چاہیئے جہاں اس قسم کی موذی بلاؤں کا زور ہو۔

رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں سے جہاں یہ وبا پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا، خدا پر بھروسہ کرنا، خدا کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا، اور تقدیر کے نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام حذاق و ماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سراہا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وبا سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی

کرے اور غذا کی مقدار کم کردے اس لیے کہ ایسے موقع پر جب وبا کا ذر ہے، جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی، وہ رطوبات فضلیہ میں ہو جائیں گی۔ اس لیے کم سے کم غذا استعمال کرے کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے، اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبت خشک ہو جائیں یا کم ہوتی رہیں۔ ضروری ہے، لیکن ریاضت وحمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے۔ اس لیے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا، اگر وہ ریاضت وحمام کرلیتا ہے، تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس جید[1] کے ساتھ ملجاتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وبار کے پھوٹنے کے وقت وبار کے مقام سے نکلنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے۔ جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا۔ اور تعدیہ وبار کا بھی اندیشہ ہے اس لیے سفر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وبار سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہوگا اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑگئی اور اس ایک نہی سے قلب وبدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آگئیں۔[2]

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ فرمانا لاتخرجوا فراراً منہ سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے، اس لیے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے یہ کسی دانشور اور حکیم کی بات ہوسکتی ہے کہ لوگ طاعون پھیلنے کے وقت چلنا پھرنا اور دوسری حرکات قطعی بند کردیں اور پتھر وپہاڑ کی طرح بس ایک جگہ جمع رہیں، بلکہ ہدایت تو صرف اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس وبار سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے۔ اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف وبار سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے، ایسے آدمی کے لیے جس

---

[1] کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہوجاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔

[2] اس میں ایک اور معنی پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ وبائی امراض کے تعدیہ کا انتقال قابل احتراز ہے۔

پر اس وبار کا ہوّا سوار ہو اس کے لیے راحت اور سکون ہی نافع ہے، اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے، مگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے محتاج ہوں۔ ان کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون و راحت اختیار کریں۔ جیسے کاریگروں کا طبقہ مسافرین کی ٹولی مزدوروں کے گروہ خوانچہ فروشوں کی جماعت ان کو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً ادھر ادھر نہ کرو نہ پھرو نہ جاؤ نہ کماؤ ہاں ان کو روک دیا گیا ہے جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض وبار کے ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی وبا رپھوٹ چکی ہو، وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

۱۔ پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورت حال سے پرہیز۔

۲۔ جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

۳۔ ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہے، اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہے

۴۔ جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز تاکہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

خود سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنَ الْقَرَفِ التَّلَفَ [1] وبار میں گھسے رہنا ہلاکت ہے۔

۵۔ بدفالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لیے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ طیرہ تو اس کے لیے ہے، جو بدفالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل، تسلیم و رضا، تفویض، خدا سپاری اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے، دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام کی ایک مہم پر روانہ ہوئے، جب

---

[1] امام ابوداؤد نے ۳۹۲۳ میں کتاب الطب کے باب فی الطیرۃ کے تحت اور امام احمد نے ۳/۴۵۱ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں جہالت ہے۔

آپ سرغ [1] کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابو عبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں دبا پھیلی ہوئی ہے، اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئی کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے یا لوٹ جانا چاہیئے، آپ نے ان حالات میں ابن عباس سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو شریک مہم ہیں بلا کر لایئے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی، وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں اس لیے ہمیں اس مہم کو سر کیے بغیر واپس نہ جانا چاہیئے، دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وباء میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا اچھا آپ لوگ جایئں، پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا ان کے سامنے بھی بات رکھی ان کی روش بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی، ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے۔ چلے جانے کا حکم دیا، پھر آپ نے مجھ سے کہا، قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلوس میں تھے۔ ان کو بلایئے میں انہیں بلا لایا ان میں کا کوئی اختلاف کا شکار نہیں رہا۔ انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جایئں اور ان برگزیدہ اصحاب کو دبا کی بھینٹ نہ چڑھایئں اس کے بعد حضرۃ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے۔ چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لیے آئے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ نے فرمایا امیر المؤمنین قضائے الٰہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ اس کے سوا کہہ سکتے ہیں، ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں۔ یہ تو روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقعہ ملا تو قضاء الٰہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرانے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الٰہی کی بنیاد پر ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے، اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے۔ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم

(بقیہ ص ۳۱ پر)

[1] سرغ، حجاز سے متصل شام کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کا نام ہے،
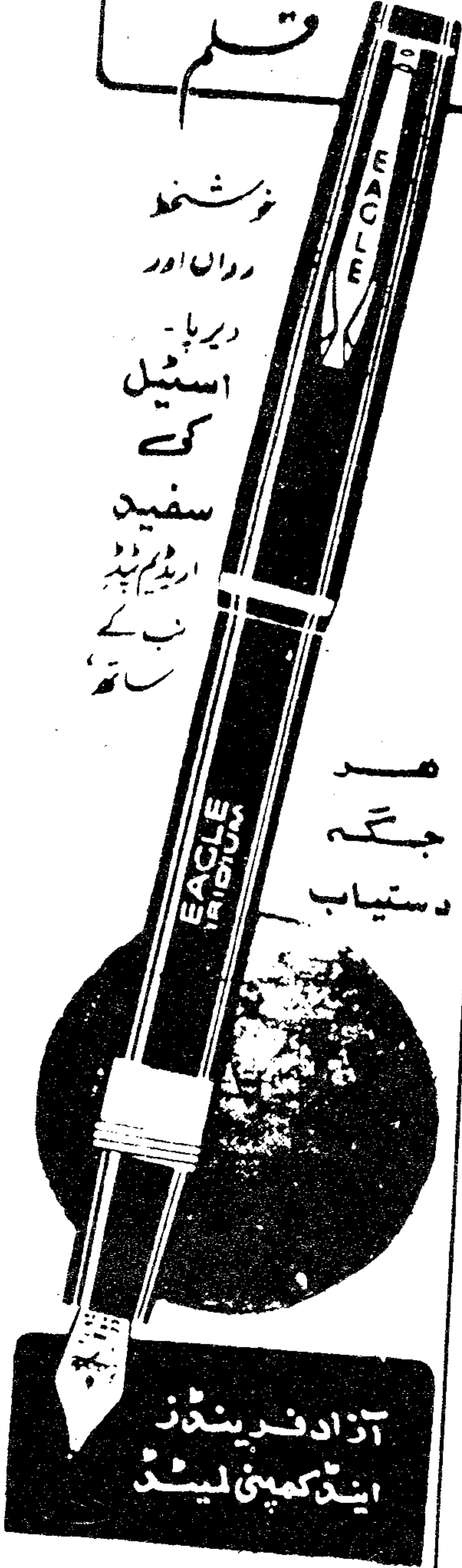
قومی خدمت ایک عبادت ہے

اور

سروس انڈسٹریز اپنی صنعتی پیداوار کے ذریعے

سال ہا سال سے اس خدمت میں مصروف ہے

حافظ محمد اقبال رنگونی مانچسٹر

دنیا کو ایٹمی اسلحہ سے پاک کرنے کا امریکی عزم

امریکہ کو پہل کرنے میں کیا تکلیف ہے

امریکہ کے وزیر برائے بری افواج نے دھمکی دی ہے کہ اگر بعض ممالک نے اپنے ایٹمی پروگرام ختم نہ کیے تو امریکہ یہ پروگرام بند کرانے کے لیے طاقت کا استعمال کرے گا امریکہ کے فوجی کمانڈ اینڈ اسٹاف کالج کی خصوصی صدسالہ تقریبات سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض ممالک نے ایٹمی ہتھیار بنانے کی صلاحیت حاصل کرلی ہے۔ امریکہ انہیں دوستانہ طریقے سے سمجھا رہا ہے، لیکن اگر اس کوشش کا اثر نہ ہوا تو طاقت کے استعمال سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔ پاکستان کے ایک سابق وزیر اور قومی اسمبلی کے رکن مسٹر اعجاز الحق نے جو مذکورہ پروگرام میں شریک تھے جنگ کے نمائندہ خصوصی کو بتلایا کہ وزیر موصوف نے اپنی تقریر میں اگرچہ پاکستان کا نام نہیں لیا لیکن ان کا اشارہ واضح طور پر ہماری طرف تھا کیونکہ انہوں نے طاقت کے استعمال کی دھمکی دینے سے پہلے مسٹر اعجاز الحق کو بطور خاص مخاطب کیا اور کہا کہ میں ان سے معذرت کے ساتھ یہ بات کر رہا ہوں۔ (جنگ لندن ۱۰ / مئی ۹۲ء)

امریکی ذرائع ابلاغ اکثر و بیشتر یہ بیانات نشر کرتا ہے کہ امریکہ بہادر کے نزدیک جوہری ہتھیار پوری انسانیت کے لیے ایک تباہ کن حیثیت کا حامل ہے۔ اور بار بار یہ اعلان کر رہا ہے کہ اس سے پوری دنیا کو خطرہ لاحق ہے امریکی صدر اور دوسرے وزراء بڑے خوبصورت لفظوں میں دنیا کی سلامتی اور انسانیت پر رحم و کرم کے پیغامات دیتے ہیں۔ اور ساتھ ہی یہ کہتے ہیں کہ جن ممالک نے ایٹمی پروگرام رول بیک (منجمد) نہ کیے تو امریکہ چپ نہیں بیٹھے گا اسے انسانیت کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ اس لیے اس پروگرام کو بند کرنے کے لیے طاقت کا استعمال تک کرے گا۔

امریکہ کے صدر بل کلنٹن اس کی وزارت خارجہ اور فوج کے سربراہوں کے یہ اعلانات اور دھمکیاں اپنی جگہ درست۔ ہمیں اس سے اختلاف نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ امریکہ کا یہ اعلان جنگ صرف چند ممالک کے لیے ہے یا اس اعلان میں بھارت۔ اسرائیل، برطانیہ وغیرہ بھی شامل ہیں۔ امریکہ نے اس وقت جن

سات ممالک کو دہشت گرد قرار دیا ہے ان میں پانچ اسلامی ممالک ایران، شام، لیبیا، عراق، سوڈان ہیں جبکہ غیر مسلم ممالک میں شمالی کوریا اور کیوبا ہیں۔ کیوبا سے امریکہ کی ناراضگی تو پرانی ہے۔ شمالی امریکہ سے امریکہ اس لیے ناراض ہے کہ وہ اپنے ایٹمی پروگرام کے معائنہ کے لیے امریکہ بہادر کو اجازت دینے کے لیے تیار نہیں۔ امریکی صدر شمالی کوریا سے تیز و تند اور دھمکی آمیز لب ولہجہ میں بھی گفتگو کر چکے ہیں لیکن شمالی کوریا امریکہ کی کسی دھمکی کو خاطر میں لائے بغیر اپنے پروگرام کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ شمالی کوریا کی اس جرأت نے امریکہ بہادر کی راتوں کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔ اور کوشش کی جا رہی ہے کہ کسی حیلہ سے شمالی کوریا کے اس پروگرام کو بزور قوت ختم کر دیا جائے۔

امریکہ نے جن ممالک کو ایٹمی پروگرام ختم نہ کرنے پر طاقت کے استعمال کی دھمکی دی ہے۔ ان میں پاکستان بھی ہے لیکن صراحتاً اس کا ذکر نہیں کیا۔ جناب اعجاز الحق کو بطور خاص اس تقریب میں بلانا اور انہیں مخاطب بنانا امریکہ کے بلیے کافی تھا جناب اعجاز الحق کا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ امریکہ کا اشارہ واضح طور پر ہماری طرف تھا۔

اس وقت امریکہ کی آنکھوں میں (اسلامی ممالک میں) پاکستان کی قوت بُری طرح کھٹک رہی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ پاکستان کسی صورت میں بھی کوئی قوت حاصل کر سکے۔ سابق دورِ حکومت ہو یا موجودہ۔ امریکہ اسے خفیہ اور علانیہ طور پر ایٹمی پروگرام رول بیک کرنے کا حکم دے چکا ہے اور بزور قوت ختم کرنے کی دھمکی بھی سامنے آ چکی ہے۔

لیکن امریکہ کو بھارت اور اسرائیل اور دوسرے ممالک کے ایٹمی پروگراموں اور ایٹمی دھماکوں پر کوئی اعتراض تو کجا۔ اشارۃً تک نہیں ہے۔ بلکہ ان پروگراموں کو آگے بڑھانے اور اسے مزید مضبوط و مستحکم کرنے کے لیے مالی امداد اور فنی اعانت بھی دی جاتی ہے۔ کیا امریکہ کو اسرائیل اور بھارت کے ایٹمی پروگراموں اور دھماکوں پر کوئی اعتراض ہے؟ کیا اسرائیل کے خزانے میں اور بھارت کے کارخانے میں ایٹمی ہتھیاروں کی ایک کثیر تعداد موجود نہیں۔ خود اسرائیل اور بھارت اس کا اعتراف کر چکا ہے کہ ان کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں اور اس کے دھماکے بھی ہو چکے ہیں۔ کیا امریکہ اور برطانیہ نے اس پر کبھی اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ اور اسے قابل اعتراض اور پوری دنیا کے لیے ایک آفت سمجھ کر اسے ختم کرنے کی تاکید یا بزور قوت اسے تباہ کرنے کی دھمکی دی؟۔ اسرائیل کی دہشت گردی اور قریبی ممالک کے ساتھ اس کا معاندانہ رویہ بھی کسی پر مخفی نہیں۔ قرب وجوار کے ممالک اور علاقے کئی مرتبہ اس کی دہشت گردی کا شکار ہو چکے ہیں۔ اسرائیل کی یاسر عرفات سے صلح اور بھارت کے امریکہ سے قریبی تعلقات کا استوار ہونے کا یہ معنی تو نہیں کہ اب یہ دونوں گنگا میں نہا دھو کر پاک صاف

اور شریف ہو چکے ہیں؟ ۔ اس لیے وہ جتنا چاہیں ایٹمی پروگرام طے کریں ۔ جس قدر بھاری پانی مطلوب ہو اسے مہیا کیا جائے ۔ اور جب چاہیں ان ہتھیاروں کو آزمائیں ۔ امریکہ کو اسرائیل کی لبنان اور فلسطین میں عملاً دہشت گردی اور بھارت کی کشمیر میں کھلے عام انسانی حقوق کی خلاف ورزی بھی اسے نظر نہیں آتی ۔ کیا اس نے کبھی اسرائیل ۔ بھارت اور دیگر ممالک کے خلاف وہ موقف اختیار کیا اور سخت لب ولہجہ میں بات کی جو اس وقت سیاسی بنیادوں پر شمالی کوریا ۔ اور مذہبی تعصب میں پاکستان کے ساتھ کر رہا ہے اور عراق کے ساتھ کر چکا ہے ۔ اگر نہیں تو پھر بظاہر شمالی کوریا اور بباطن پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک کو اس انداز میں دھمکی دینا خود امریکہ کی دہشت گردی نہیں تو اور کیا ہے ۔

اگر امریکہ اور برطانیہ اور اس جیسے دوسرے شاطرین چاہتے ہیں کہ پوری دنیا کو ایٹمی اسلحہ سے پاک کیا جائے اور عدم پھیلاؤ کے فیصلہ کو موثر بنایا جائے تو سارے ممالک بشمول امریکہ ایک اجلاس میں اس پر دستخط کرے ۔ اور جن ممالک کے پاس ایٹمی ہتھیار ہیں یا ان کے پروگرام ہیں انہیں بین الاقوامی ماہرین اور مبصرین کی موجودگی میں تباہ کیا جائے ۔ امریکہ بہادر اگر اپنے اس پروگرام میں مخلص ہے تو عملی طور پر سب سے پہلے اسے آگے بڑھنا چاہیئے اور اپنے فرزند دلپسند اسرائیل کے ایٹمی ہتھیاروں کو اپنے ہاتھ سے تباہ کرنا چاہیئے ہم سمجھتے ہیں کہ پھر کسی کو بھی اس پر عمل کرتے ہیں ذرا بھی ہچکچاہٹ نہیں ہوگی ۔ لیکن اگر امریکہ اپنے اور اپنے فرزند دلپسند کے ایٹمی پروگراموں کے خاتمہ میں کوئی دلچسپی نہیں لیتا تو سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ اپنے اس اعلان میں ہرگز ہرگز مخلص نہیں ۔ اسے خود دہشت گردی پیاری ہے ۔ یہ چاہتا ہے کہ پوری دنیا اس کی دہشت گردی کا شکار ہوتی رہے ۔ اسی کا نام NEW WORLD ORDER ہے ۔

(بقیہ صـ ۲۷ سے)

کو کہتے سنا ۔

سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا كَانَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِهَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْهُ وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِهِ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَيْهِ ۔ (بخاری ومسلم)	میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ مقام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ ۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ

حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ

اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ وَاعْتَصِمُوْا

بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

O ye who believe! Fear God as He should be feared, and die not except in a state of Islam. And hold fast, all together, by the Rope which God stretches out for you, and be not divided among yourselves.

PREMIER TOBACCO INDUSTRIES LIMITED

مولانا مفتی فضل الرحمن ہلال عثمانی

نیو ورلڈ آرڈر

فتنۂ دجالیت کا نقطۂ عروج

یہودیوں نے مسلمانوں کی مذہبی رواداری سے فائدہ اٹھاکر "مسلم اسپین" میں مضبوطی کے ساتھ اپنے قدم جمائے اور وہاں سے علم و دانش کے جو سوتے وسطی ملکوں کی جانب بہہ رہے تھے ان میں

۱۔ آزاد خیالی کے عنوان سے اخلاقی اور جنسی آوارگی کے جراثیم شامل کرکے یورپ کو اخلاقی طور پر کمزور کیا اور اس کے خاندانی نظام کو تہہ و بالا کر دیا۔

۲۔ اس کے علاوہ یہودیوں نے "اصلاح مذہب" کی تحریک میں "وسیع المشربی" کی افیم شامل کرکے پروٹسٹنٹ مذہب کی حمایت حاصل کی۔

۳۔ آزاد معیشت کے پر فریب نعرے کے ذریعے سودی کاروبار کی اجازت حاصل کرلی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ذریعے پورے عیسائی یورپ کو اپنے معاشی شکنجے میں کس لیا۔

ان اقدامات کے نتیجے میں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کو ــــ خاص طور پر پروٹسٹنٹ عیسائیوں کے عنصر "وہائٹ اینگلو سیکشن" کو اپنے سیاسی اور ملی عزائم کی تکمیل کے لیے آلۂ کار بنایا جس کے نتیجے میں ۱۹۱۷ء میں برطانیہ کے وزیر خارجہ بالفور کے اعلان کے ذریعہ فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری شروع ہوئی۔ ۱۹۴۸ء میں یو این او کے ذریعہ "اسرائیل" کا قیام عمل میں آیا۔

کیتھولک عیسائیوں نے بھی یہودیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کرلیا اور پوپ کے ایک فرمان کے ذریعہ ساڑھے انیس سو سال کی تاریخ بدل کر "خدا کے صلبی بیٹے" کو سولی دینے کے جرم سے یہودیوں کو بری قرار دے دیا گیا۔ خبر آئی ہے کہ ویٹی کن (VATI CAN) نے اسرائیل کو تسلیم کرلیا ہے اور اس کا سفارت خانہ بہت جلد یروشلم میں قائم ہو جائے گا۔ کچھ دن پہلے اسرائیل کے وزیر اعظم اسحاق رابن نے واشنگٹن سے واپسی پر پاپائے اعظم سے ملاقات کی اور انہیں اسرائیل کا دورہ کرنے کی دعوت دی۔

اس گٹھ جوڑ میں صیہونیت کو اصل "عامل" کی حیثیت حاصل ہے اور عالم عیسائیت اور عالم مغرب کی حیثیت معمول اور آلۂ کار کی ہے۔ امریکہ، برطانیہ، فرانس، یو این او، جی سیون یہ سب صیہونیت کے معمول اور

آئرکاربن کر رہ گئے ہیں۔

یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے کہ یہودی اپنے آپ کو خدا کی پسندیدہ اور منتخب قوم CHOSEE PEO-PLE OF THE LORD۔ تصور کرتے ہیں اور اپنے آپ کو شرفِ انسانیت کا واحد اجارہ دار سمجھتے ہیں۔ اپنے علاوہ باقی تمام قوموں اور انسانوں کو تحقیر کے انداز میں جنٹائل (GENTIL) اور گویم (GOYEMS) کہتے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے علاوہ تمام انسان "حیوان نما انسان" ہیں۔ ان کے معاشی استحصال کو وہ اپنا جائز، قانونی اور اخلاقی حق سمجھتے ہیں ـــ ان کے خیال میں تمام انسانوں کی حیثیت بس اتنی ہے کہ جس طرح تانگے یا ریڑھے میں گھوڑے کو جوتا جاتا ہے اور اس کی دن بھر کی مشقت کے بدلے میں اس کو اتنا دانہ دے دیا جاتا ہے جتنا اگلے دن اس سے محنت لینے کے لیے ضروری ہے۔ باقی ساری کمائی گھوڑے کے مالک کی ہوتی ہے۔

اپنا یہ "جائز حق" حاصل کرنے کے لیے انہوں نے تمام دنیا پر "سودی نظام بینک کاری" مسلط کیا۔ سونے چاندی کے سکوں کے بجائے پیپر کرنسی کو رواج دیا ـــ کاروباری اور صنعتی حصوں کی کاغذی دستاویز، اسٹاک ایکسچینج، جوئے اور سٹے (SIECULATION) کے کاروبار پر مشتمل ایسا مالیاتی نظام قائم کر دیا جو اس وقت سوائے عوامی جمہوریہ چین کے تقریباً تمام دنیا کو اپنی گرفت میں لے چکا ہے۔ اور پورے نظام کی چابی اور کنٹرول لیور بالکل اس طرح یہودیوں کے ہاتھ میں ہے کہ جب چاہیں جہاں چاہیں مالیاتی بحران کا زلزلہ پیدا کر دیں اور اس کے نتیجے میں بڑی سے بڑی فوجی طاقت کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں۔

حقیقت میں نیو ورلڈ آرڈر دجالی فتنے کا نقطہ عروج اور "المسیح الدجال" کے ظہور کی تمہید ہے ـــ دجالی فتنہ یہ مادہ پرستانہ تہذیب ہے جو عالمی وسعت اختیار کر چکی ہے اور دجالِ اکبر یہ موجودہ عالمی مالیاتی نظام ہے

حضرت مولانا سید تصدق بخاری گوجرانوالہ

متعہ کا پس منظر اور پیش منظر

حضرت العلامہ مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ العالی کے درس ترمذی الحق شمارہ نمبر ۱۰ جولائی ۱۹۹۴ء میں متعہ سے متعلق ایک جامع، مفصل بحث اور اچھے خاصے علمی نکات آگئے ہیں۔ اس سلسلہ میں کچھ مزید معلومات بھی ارسال خدمت ہے (سیّد تصدق بخاری)

درحقیقت شیعہ حضرات کا مروّجہ متعہ اسلام کا متروکہ متعہ نہیں۔ شیعہ حضرات کا اختراع کردہ متعہ کسی دور میں بھی جائز قرار نہیں دیا گیا یہ تو زنا کا تحریف شدہ نام ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ شیعی متعہ کا جواز اولاً دین مجوس میں ثانیاً دین ہنود میں ملتا ہے چنانچہ ایرانی اکاسرہ میں چند نام ایسے ملتے ہیں کہ جب بادشاہ کی جائز اولاد میں تخت کا کوئی وارث نہ رہا تو عظماء فارس نے متعہ سے پیدا شدہ اس کے لڑکے کو تلاش کرکے لاکر تخت پر بٹھا دیا۔ پھر ایران کے راستہ سے متعہ ہندوستان میں آپہنچا تو یہاں متعہ کو نیوگ کے نام سے موسوم کر دیا گیا۔ نیوگ یہ ہے کہ ہندوؤں میں جب کوئی آدمی صاحب اولاد ہونے کے قابل نہ ہو یا خاوند چھوٹی عمر کا ہو تو وہ اپنی بیوی کو ایک اچھے خوبصورت تنومند نوجوان کے پاس بھیج دیتا ہے اور بار آور ہونے پر پھر اسے واپس لے آتا ہے ہندوؤں کے ہاں نیوگ سے پیدا ہونے والا بچہ بڑا سعادت مند سمجھا جاتا ہے۔ گویا متعہ کی فضیلت ہندوؤں میں بھی موجود ہے۔ الغرض شیعی متعہ کی اصل مجوس سے لی گئی ہے متعہ کا پس منظر یہ ہے کہ یہ ایرانی سوسائٹی کا عمل ہے جس کو عبادت متعہ کہا جاتا ہے اور جس کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں اس کی اصل عرب میں نہیں بلکہ اسلام سے پہلے کے فارس کے ساسانی نظام معاشرت سے لی گئی ہے۔ وہاں شادیاں دو قسم کی ہوا کرتی تھیں۔ ایک مستقل اور ایک عارضی۔ مستقل شادی کے لیے میاں بیوی کے لیے پہلوی زبان میں شود اور زن کے الفاظ استعمال ہوتے تھے۔ اور عارضی شادی کی صورت میں شوہر اور بیوی کے لیے میرک اور زیانگ کی قانونی اصطلاحات تھیں۔ انظر، معالم القرآن ص ۸۲ ج ۵۔

مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ قانونِ ساسانی ج ا ص ۲۶ وما بعد۔

شیعہ حضرات کا مروجہ متعہ اسلام کے کسی دور میں کبھی بھی جائز قرار نہیں دیا گیا بلکہ اسلام نے اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا ہوا ہے جیسا کہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے درس ترمذی میں حوالہ جات سے یہی ثابت کیا ہے۔

علامہ جصاص جید و ثقہ و متفق سند کے ساتھ رقمطراز ہیں کہ۔ امیر باتوقیر حضرت عمر فاروق رضی سے جب متعہ کی بابت استفسار کیا گیا تو آپ نے صاف صاف فرما دیا۔ ذلك السفاح ۔ یہ زنا ہے

احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۱۴۱۔

اسی صفحہ میں ہشام بن عروہ کی اپنے والد ماجد سے یہ روایت بھی مرقوم ہے کہ۔

کان النکاح المتعة بمنزلة الزنا۔	متعہ تو زنا کے قائم مقام زنا ہی کا دوسرا نام ہے۔

لغت عربی کے امام علامہ ابن منظور افریقی علیہ سحائب الرحمۃ والرضوان ارقام فرماتے ہیں۔

ومن زعم ان قوله ۔ فما استمتعتم به منهن التی هی الشرط فی التمتع الذی یفعله الرافضة فقد اخطاء خطاءً عظیماً لان الآیة واضحة بلینة ۔ لسان العرب ج ۸ ص ۳۲۹	جو شخص یہ گمان کرے کہ آیت تمتع سے جس متعہ کا جواز روافض نے نکالا ہے وہ درست ہے تو اس نے ایک عظیم غلطی کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ آیت واضح اور بین ہے۔
فاما المتاع فی الاصل فکل شئی ینتفع به ۔	اصل میں ہر وہ چیز متاع ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جائے۔
قال الازهری: المتاع فی اللغة کل ما انتفع به فهو متاع (لسان العرب ج ۸ ص ۳۲۹)	ازہری نے کہا لغت میں ہر وہ چیز متاع ہے، جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

پھر ایک فائدہ جائز ہوتا ہے اور ایک ناجائز۔ متعہ بھی متاع سے ہے لیکن یہ ہر دور میں ناجائز رہا ہے۔

جو متعہ اسلام کے ابتدائی دور میں جائز تھا وہ یہ کہ مجاہد اسلام کفار سے جنگ کے دوران کسی عورت کو چند دنوں کے لیے کپڑے دھونے اور کھانا وغیرہ تیار کرنے کے لیے مزدوری پر رکھ لیتے

تھے لیکن جنسی استلذاذ اس وقت بھی حرام تھا اور وہ بھی اسے حرام ہی سمجھتے تھے۔ یہاں کپڑے دھونے اور کھانا وغیرہ تیار کرنے کو متعہ کہا گیا ہے۔

اسلام میں غیر عورت کے ہاتھوں سے اس قسم کا فائدہ حاصل کرنا بھی ناجائز ہے اس لیے اس سے بھی نبی علیہ السلام نے منع فرما دیا تھا اور ممانعت کا اعادہ اس کی تاکید اکید کے لیے تھا۔ جنسی لذت کے حصول کا متعہ تو اسلام میں کبھی جائز نہیں ہوا وہ تو مؤبدانہ طور پر شروع سے ہی حرام چلا آرہا ہے۔ رہا حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو اس متعہ کے جواز کے لیے پیش کرنا تو وہ اس لیے قابل قبول نہیں کہ وہ نبیؐ کی رحلت کے وقت بارہ تیرہ سال کے تھے لہٰذا یہ ان کے بچپنے کی روایت ہے۔ حضرت عمرؓ جیسے جید فقیہ امت کے مقابلہ میں بچے کو فقیہ نہیں مانا جا سکتا۔ ملاحظہ ہو۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ص۳۳۰ ج ۲

الاستیعاب علی ھامش الاصابۃ ص۳۵۱ ج ۲

(بقیہ ص۱۹ سے)

کھانے سے پانچ اور چھ افراد بھی سیر ہو سکتے ہیں۔ جیسا کہ کنزل العمال میں معجم کبیر طبرانی کے حوالے سے اسی مضمون کی حدیث قریب قریب حضرت عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اس کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ فاجتمعوا علیہ ولا تفرقوا الگ الگ نہ کھایا کرو بلکہ جڑ کر اجتماعی طور پر اکٹھا کھایا کرو اس اضافہ سے معلوم ہوا کہ باب کی دونوں حدیثوں کا مدعا بھی یہی ہے کہ لوگ اجتماعی طور پر ایک ساتھ کھایا کریں اور اس کی برکت سے فائدہ اٹھائیں تاہم محدثین اور شارحین حدیث نے اس میں یہ شرط بھی لگائی ہے کہ یہ برکت تب ہوگی جب کھانے والوں میں ایثار کی صفت بھی ہو یعنی ہر ایک چاہے کہ دوسرا ساتھی اچھا کھانا کھائے اور اچھی طرح کھائے اگر کھانے والوں میں یہ بات نہ ہو تو پھر اس برکت کا کوئی استحقاق نہیں ہے۔

مچھروں سے مکمل نجات حاصل کیجیے
ویپ
ماسکیٹو میٹ
Vape mat
FUMAKILLA
FUMAKILLA
Vape mat f
ELECTRONIC
MOSQUITO
DESTROYER

مولانا سعید الرحمٰن علوی

قرآن مجید اور اس کے تراجم

ذیل کا مقالہ اگرچہ ایک فارسی ترجمہ کے تعارف کیلئے لکھا گیا ہے مگر درحقیقت وہ قرآن مجید کے تراجم کی ایک مرحلہ وار مختصر مگر جامع تاریخ ہے تاہم مقالہ نگار کی تمام آرا اور تعبیرات سے اہل علم کا اتفاق ضروری نہیں، لہٰذا علمی اور تحقیقی نقد و جرح کو بھی اسی اہتمام سے شائع کیا جائیگا

قرآن اللہ تعالیٰ کا وہ کلام ہے جو اس نے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل کیا۔ (دائرۃ المعارف جامعہ پنجاب ج ۱/۱۶ ص ۳۱۸)

یہ اللہ تعالیٰ کی وہ آخری، زندہ اور لازوال کتاب ہے جو آخری رسول، امام برحق اور معصوم آخر کے ذریعہ نسل انسانی کی ہدایت کے لیے نازل ہوئی لفظ "قرآن" خود قرآن میں ۶۶ مرتبہ آیا ہے (دائرۂ معارف ج ۱/۱۶ ص ۳۱۹)۔ اس کتاب کو قرآن کیوں کہا جاتا ہے؟ اس کی وجوہات اس طرح ہیں۔

الف : یہ آیات اور سورتوں کا مجموعہ ہے۔

ب : انبیائے سابقین پر نازل شدہ کتب و صحف کی تعلیمات کا عطر اور خلاصہ اس میں جمع کر دیا گیا۔

ج : اس میں قصص و واقعات، اہم سابقہ حالات و حوادث اوامر و نواہی اور وعدہ و وعید وغیرہ کو مناسب انداز سے جمع کیا گیا ہے۔

د : علوم و معارف کا عمدہ ترین مجموعہ ہے۔ (فیروز آبادی ج ۴ ص ۲۶۲)

امام ابن جریر طبری کے بقول اللہ تعالیٰ نے اس کے چار نام ذکر فرمائے۔ القرآن، الفرقان، الکتاب، الذکر (دائرہ معارف ج ۱/۱۶ ص ۳۱۹) القرآن کی وجہ تسمیہ اوپر ذکر ہوگئی الفرقان کی وجہ تسمیہ اس طرح ہے کہ اس میں حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچ دیا گیا (دیکھیں سورۃ الفرقان آیت ۱) الکتاب بایں وجہ ہے کہ یہ مکتوب ہے اور اسے باقاعدہ ضبط تحریر میں لایا گیا۔ (البقرہ آیت ۲)

الذکر اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو پند و نصائح سے نوازا ہے حدود و فرائض پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی ہے اور اسرار و حکم کی پردہ کشائی فرمائی۔ (الزخرف آیت ۴۴)

ان چار ذاتی اسماء کے علاوہ ۳۲ کے لگ بھگ اسماء بطور صفات اہل علم نے ذکر کیے اور یہ سارے کے سارے خود قرآن مجید میں موجود ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں دائرہ معارف ج ۱/۱۶ ص ۳۲۰-۳۲۱)

بہت سے علماء نے صفاتی نام اس سے زائد مثلاً ۵۰ یا ۹۱ بھی بتلائے اور ذکر کیے۔ (بصائر

از فیروز آبادی ص ۸۸ تا ۱۰۵)

حضور سرور کائنات، قائدنا الاعظم الاکرم، معصوم آخر، نبی برحق محمد عربی صلوات اللہ تعالیٰ علیہ و سلامہ کی زبان مبارک سے النجاۃ، حبل اللہ المتین، المرشد، المعتدل، الرافع، صاحب المومن، کلام الرحمٰن جیسے صفاتی نام اس کتاب مقدس کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔ (دائرۃ المعارف ج ۱۶/۱ ص ۳۲۱)

رمضان میں اور رمضان کی مخصوص رات لیلۃ القدر میں "نزول قرآن" کا ذکر خود قرآن میں آیا۔ (البقرہ: ۱۸۵ - القدر: ۱) اس کا مفہوم یہ ہے کہ۔

الف: اس رات میں لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر نزول ہوا۔

ب: جتنا آنے والے سال میں قلب نبوت پر نازل ہونا ہوتا اتنا ہی اس رات میں لوح محفوظ سے اترتا۔

ج: نزول کا آغاز اس رات میں ہوا۔ دائرۃ المعارف ج ۱۶/۱ ص ۲۲۵۔

اور جہاں تک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر اترنے کا تعلق ہے وہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اس کی مدت، قریباً ۲۳ سال ہے یعنی بعثت کے بعد کا دور، جس میں سے ۱۳ سال مکہ معظمہ میں گذرے تو ۱۰ برس مدینہ منورہ میں رہے

اس کتاب مقدس کا نزول جس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اسی طرح اس کی جمع و ترتیب اور قرأت و بیان کی ذمہ داری بھی خود اللہ تعالیٰ نے لی۔ (دیکھیں سورۃ القیامہ: آیت ۱۶ تا ۱۹)

اور پھر ہر طرح سے اس کی حفاظت کی ذمہ داری بھی خود اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لی (الحجر ۹)

اس کی زبان جس طرح ساری دنیا جانتی ہے "عربی مبین" ہے اور خود قرآن میں اس پہلو کو مختلف پیرایوں سے واضح کیا گیا ہے۔ دیکھیں الشعراء آیت ۱۹۲ تا ۱۹۶ - یوسف آیت ۲)

عربی زبان کے انتخاب کی وجہ بہت سادہ اور سیدھی ہے کہ جو قوم سب سے پہلے قرآن اور پیغمبر اسلام کو مخاطب تھی اس قوم کی زبان یہی تھی ایک قاعدہ کلیہ قرآن مجید میں یہ بیان کیا گیا۔

"اور ہم نے کوئی پیغمبر دنیا میں نہیں بھیجا مگر اس طرح کہ اپنی قوم ہی کی زبان میں پیام حق پہنچانے والا تھا تاکہ لوگوں پر مطلب واضح کر دے، پس اللہ جس پر چاہتا ہے (کامیابی کی) کی راہ گم کر دیتا ہے، جس پر چاہتا ہے کھول دیتا ہے، وہ غالب ہے حکمت والا (سورۃ ابراہیم آیت ۴ ترجمہ مولانا ابوالکلام مطبوعہ دہلی ج ۲ ص ۵۰۱ - ۵۰۰)

اس سیدھے سادے اور مسلمہ اصول کی روشنی میں قرآن کے لیے عربی زبان میں ہونا ہی لازم تھا۔

لیکن اس کے مفاہیم ومطالب محض اس زمان تک محدود نہیں رہ سکتے تھے کیونکہ جس ذات اقدس واطہر پر یہ نازل ہوا، وہ محض اہل عرب کے لیے رہنما اور ہادی بن کر نہیں آئی تھی۔ بلکہ وہ ساری بنی نوع انسان کے لیے ہادی ورہنما اور اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ قرآن مجید نے اس حقیقت کو متعدد مقامات پر ذکر کیا (مثلاً۔ دیکھیں سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸، سورہ سبا آیت ۲۸، سورۃ الانبیا آیت ۱۰۷، وغیرہ)

جس کا معنی یہ ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہونے والا پیغام ساری بنی نوع انسان کے لیے تھا اور بنی نوع انسان کا معاملہ بھی ایسا تھا کہ کسی خاص مدت وزمانہ کی انسانی برادری نہیں بلکہ صبح قیامت تک کی انسانی برادری ــــ اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات گرامی دوسرے لاتعداد انبیاء ورسل صلوات اللہ تعالیٰ علیہم وسلامہ کی طرح نہیں تھے کہ ایک ایک وقت میں دنیا کے مختلف حصوں اور علاقوں میں نبی ہوں اور ایک کے بعد دوسرا تشریف لاتے ــــ بلکہ اللہ تعالیٰ نے وہ سانچہ ہی توڑ دیا جس میں نبی بنائے جاتے اور حضور اقدس ؐ کی ذات گرامی کو ختم نبوت ورسالت کے تاج سے مفتخر فرما کر دنیا میں بھیجا جیسا کہ الاحزاب کی معروف آیت ۴۰ کے علاوہ قرآن کریم کی کم و بیش ایک سو آیات اور خود آپ کے دو سو کے لگ بھگ ارشادات اس سلسلہ میں بطور دلیل پیش کیے جا سکتے ہیں۔ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد نسل انسانی کی سب سے زیادہ محترم اور مقدس جماعت صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ہے اور ایک زمانہ اس پر گواہ ہے کہ اس گروہ پاکبازاں نے اپنے آقا و قائد کے بعد سب سے پہلے جس مسئلہ پر اجماع کیا وہ یہی ختم نبوت کا مسئلہ تھا۔ یہ اجماع زبانی کلامی نہ تھا بلکہ اس کے لیے اکابر صحابہ نے بڑی تعداد میں اپنے خون کا نذرانہ پیش کیا۔

ختم نبوت کا مسئلہ ایسا حساس ونازک ہے کہ دور صحابہ کے بعد امت کے سب سے بڑے محدث فقیہ اور نکتہ رس عالم حضرت الامام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہر کسی مدعی نبوت سے دلیل نبوت مانگنے والا بھی دائرہ اسلام سے خارج ہو گا۔ اور جنوبی ایشیاء کے سب سے بڑے عالم اور مجدد وقت حضرت الامام ولی اللہ الدھلوی قدس سرہ نے ان تمام چور دروازوں کی نشاندہی کی جن کے ذریعہ اس منصب پر ڈاکہ ڈالا جا سکتا ہے ــــ امام ولی اللہ کے بقول کسی بھی شخصیت کو رسول مکرم کے بعد ــــ ہرچند کہ وہ اپنی ذات میں کتنی ہی محترم اور صاحب فضیلت ہو ــ کوئی ایسا مقام دینا جو نبوت کا خاصہ ہے، یہ بھی ختم نبوت ؐ سے انحراف اور غداری اور صحیح تر الفاظ میں کفر وارتداد ہے ــــ مثلاً کسی شخصیت کو معصوم ماننا کہ عصمت، نبوت کا لازمہ ہے، ایسا جو نبوت سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا ــــ اس لیے کسی بھی غیر نبی کو معصوم کہنا کفر ہو گا اور ختم نبوت کے

عقیدہ سے انحراف، بغاوت اور غداری ـــ تفصیل کے لیئے "ازالۃ الخفاء" ملاحظہ فرمایئں۔

بہرطور قرآن مجید اور پیغمبر اسلام کی اس حیثیت یعنی صبح قیامت تک کے بلیے رہنمائی کے پیش نظر لازم اور ضروری تھا کہ قرآن مجید کے مطالب، مفاہیم اور اس کے علوم و معارف کی اشاعت کا وسیع پیمانہ پر اہتمام و انتظام ہو، اس ضرورت کے پیش نظر لاتعداد علوم و معارف مدون و مرتب ہوتے، قرآن مجید کے دنیا کی ہر زبان میں تراجم ہوئے، ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے، تفاسیر لکھی گیئں، حواشی سپرد قلم ہوئے اور وہ کچھ ہوا کہ ایک کائنات بس گئی اور عقل انسانی دنگ رہ گئی۔

قرآن مجید کے حوالہ سے جو کام ہوا اور اس کی نسبت سے جو علوم و معارف مدون و مرتب ہوتے ان کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے، ہم اپنے محترم قارئین کو توجہ دلایئں گے کہ وہ اگر جامعہ پنجاب سے شائع ہونے والے انسائیکلوپیڈیا کی جلد ۱۶/۱ کا وہ مقالہ جو قرآن مجید کے حوالہ سے ص ۳۱۸ سے شروع ہو کر ص ۴۱۷ تک پر پھیلا ہوا ہے، اسے دیکھیں تو بہت سی ضروری معلومات انہیں ایک ہی جگہ مل جایئں گی۔ بہرحال اشاعت و تبلیغ قرآن کے حوالہ سے ایک پہلو تراجم کا ہے ـــ ہم نے ایک جدید فارسی ترجمہ کے تعارف کی غرض سے ہی اتنی طویل تمہید کا سہارا لیا تراجم قرآن مجید کے عنوان کے تحت دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار کا کہنا ہے اور بالکل صحیح کہ۔

"قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، قرآن کے مخاطب اوّل اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والے عرب ہی تھے، بعدازاں اسلام جہاں جہاں پہنچا، قرآن مجید بھی ان کے ساتھ پہنچا اور قرآن مجید نے اپنی زبان کی سیادت تسلیم کرائی، قرآن مجید کی خاطر نومسلم اقوام نے عربی زبان کو اپنایا اور اسے مادری زبان کے برابر حیثیت دی، پھر امتداد زمانہ سے ایک ایسا دور آیا کہ عوام کو سمجھانے کے لیے قرآن مجید کے ترجمے کی ضرورت محسوس کی گئی" (ج ۱۶/۱ ص ۶۱۲)

حضور سرور کائنات محمد عربی خاتم النبیّن والمعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہ وسلم کے یاران طریقت اور خادمان ذی وقار میں ایک نام حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے ـــ یہ وہ خوش قسمت انسان ہیں جنہیں سرزمین ایران میں سے سب سے پہلے قبول اسلام کی توفیق میسر آئی، ۵ھ میں "جنگ خندق" (غزوہ احزاب) میں "خندق" کی کھدائی انہی کے مشورے سے ہوئی، سیدنا الامام حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد سعادت میں سرزمین ایران فتح ہوئی، اس مہم کے سالار عشرہ مبشرہ کے جلیل المرتبت صحابی اور حضور رحمت دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے رشتہ کے ماموں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے ـــ حضرت سلمانؓ

اس مہم میں نمایاں طور پر شریک تھے ۔۔۔ ان کے متعلق حضرت الامام السرخسی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا کہ انہوں نے اپنی قوم کے لیے قرآن مجید کے بعض حصوں کا فارسی ترجمہ کیا (مبسوط۔ کتاب الصلوٰۃ)

اس حوالے سے کہا جا سکتا ہے کہ سب سے پہلے جس زبان میں قرآن کا مکمل یا جزوی ترجمہ ہوا وہ فارسی زبان ہے۔ خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں کی نمایاں خلافت، خلافت بنوامیہ ہے، مشہور لیڈر سر آغاخان نے بنوامیہ سے اپنے نظریاتی اختلاف کے باوصف جناب محمد حارث کی کتاب "گریٹ دی دی بنوامیہ" میں اس خلافت کے علمی کارناموں کا کھلے دل سے اعتراف کر کے اس خواہش کا اظہار کیا کہ ان کارناموں سے ملت کو آگاہ کرنا لازم ہے۔ معروف مفکر اور روشن دماغ عالم مولانا عبیداللہ سندھی فرماتے ہیں۔

"حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کے ساتھ السابقون الاولون کا دور اقتدار ختم ہوتا ہے اور اب عربوں کی قومی حکومت شروع ہوتی ہے، جب اسلام کی تحریک کی حفاظت عربوں نے اپنا قومی مسئلہ بنا لیا تو ظاہر ہے کہ اسلام سے پہلے قریش کے جس خاندان کے ہاتھ میں اقتدار تھا وہ برسرعروج ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ عربوں کی قومی حکومت کی قیادت بنوامیہ کو ملی، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکومت مسلمان عربوں کی قومی حکومت کا بہترین نمونہ تھی اور اس میں شک نہیں کہ وہ مسلمان عربوں کے بہت بڑے آدمی تھے۔ عام عربوں کا رجحان بنوہاشم کے مقابلہ میں امویوں کی طرف زیادہ تھا اور اس کے اپنے سبب تھے، خلافت راشدہ کے بعد امویوں کا اقتدار میں آنا، اموی دور اسلام کی بین الاقوامی تحریک کے ارتقا کی ایک لازمی کڑی کا حکم رکھتا ہے، ہمارے تاریخ نگاروں نے بنوامیہ کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور بنوامیہ کے سیاسی مخالفوں نے بھی جو بعد میں ان کے تخت وتاج کے وارث بنے انہیں بدنام کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا۔ پہلے ہم بھی بنوامیہ کے خلاف اپنے مورخوں کی باتیں پڑھ کر متاثر ہو جاتے تھے لیکن اب جو ہم نے دنیا کی انقلابی تحریکوں کا بغور مطالعہ کیا اور ایک انقلابی تحریک کو جن جن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، ان کو جانا تو ہم پر اموی دور کی اصل حقیقت واضح ہو گئی

ہم نے بنوامیہ کی غلطیوں کو تو خوب اچھالا لیکن ان کی حکومت کی جو اچھائیاں تھیں ان کا اعتراف کرنے میں بخل سے کام لیا۔ بے شک امویوں نے اسلامی حکومت کو قومی اور عربی رنگ دیا لیکن انہوں نے اسلام کے بین الاقوامی فکر کو اپنی حکومت کے تابع نہ بنایا، چنانچہ عہد اموی میں اسلام کا سیاسی مرکز دمشق تھا لیکن ذہنی اور علمی مرکز مدینہ ہی رہا۔ دوسرے لفظوں میں اسلامی فکر کی بین الاقوامیت بحال رہی۔" (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند۔ ستمبر ۱۹۹۲ء)

انہی ظلوم بنوامیہ کے دور میں بربر زبان میں قرآن مجید کے مکمل ترجمہ کا ثبوت ملتا ہے جسے قرآن مجید کا اوّلین ترجمہ شمار کیا گیا (ج ۱/۱۶ ص ۶۱۳)

ترجمہ کے حوالہ سے لفظی اور تفسیری و معنوی کی دو قسمیں ذکر کی گئی ہیں اور یہ بھی امر واقعہ ہے کہ ترجمہ میں دو مکتب فکر نمایاں ہیں ایک مسلمانوں کا مکتب فکر، دوسرا غیر مسلموں کا، علمائے اپنے اپنے ملکوں کی زبان میں قرآن فہمی کے لیے ترجمے کیے، تاکہ ہر شخص اس کو سمجھ سکے اور اسے عمل کا موقعہ میسّر آئے اس کے برعکس غیر مسلموں نے اور ان کے مذہبی رہنماؤں نے بالمقصد اپنے لوگوں کو غلط تاثر دینے کے لیے تراجم کیے، کہا جاتا ہے کہ مغربی زبانوں میں پہلا ترجمہ راہبوں کے سربراہ پطرس کی فرمائش پر انگلستان کے فاضل رابرٹس نے لاطینی زبان میں ۱۱۴۳ء میں کیا۔ پروفیسر آربری نے اس ترجمہ کو غلطیوں اور غلط فہمیوں کا پلندہ قرار دیا اور "متعصبانہ بدنیتی" پر مبنی قرار دیا۔ قرآن مجید کا فرانسیسی ترجمہ ۱۶۴۷ء میں ہوا۔ انگریزی زبان کا ایک قابلِ اعتناء ترجمہ جارج سیل نے ۱۷۳۴ء میں کیا۔ دائرۃ المعارف کے فاضل مقالہ نگار نے بہت سے تراجم کا ذکر کیا جو مختلف مغربی زبانوں میں ہوئے بالخصوص انگریزی میں۔

"لیکن اسلامی زاویہ نگاہ سے کوئی ترجمہ بھی قطعی طور پر قابل اطمینان اور لائق اعتماد نہ تھا، انگریزی زبان میں قابلِ اعتبار ترجمہ قرآن مجید پہلی مرتبہ ایک نومسلم انگریز محمد مارڈیوک پکتھال کے قلم سے ۱۹۳۰ء میں لندن سے شائع ہوا"۔ (ج ۱/۱۶ ص ۶۱۴)

قریب ترین عہد میں جناب محمد اسد مرحوم روڈ ٹولمکہ کے فاضل مؤلف کے ترجمہ کو مسلم اہل نظر بہت اہمیت دے رہے ہیں، اس ترجمہ کی شستگی روانی اور سلاست کے ساتھ ملحقہ نوٹس اتنے جاندار اور قیمتی ہیں کہ کرشمہ دامن دل میں کشد والی بات ثابت آتی ہے عراقی، اطالوی، ہسپانوی سمیت دنیا کے ہر خطہ و علاقہ کے لوگوں نے اپنی اپنی زبان میں تراجم کیے۔ ایشیاء کے مختلف ممالک اور خطوں کی قریب قریب ہر زبان فارسی، ترکی، اردو، پشتو، سندھی، بنگالی، پنجابی، ہندی وغیرہ میں بھی بڑی تعداد میں تراجم ہوئے۔ ہمارے سامنے ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۹۷۸ء کی وہ فہرست (وہ بھی بڑی حد تک نامکمل) موجود ہے جسے دائرۃ المعارف کے مقالہ نگار نے ترتیب دیا اس فہرست کے مطابق دنیا کی ۸۴ زبانوں کے تراجم کا ذکر ہے۔ (ج ۱/۱۶ ص ۱۵ - ۶۱۴)

ہمارے نزدیک ہی نہیں، ہم تو طالب علم ہیں ہر صاحب نظر کے نزدیک یہ فہرست بہت ہی تشنہ ہے، بہر حال یہ قابلِ قدر کام ہے، اب اس فہرست پر لگ بھگ ۱۶ برس ہو چکے ہیں اور اس

عرصہ میں مزید بہت سی زبانوں میں بڑی تیزی سے کام ہوا جو فہرست ہمارے پیش نظر ہے اس میں سب سے زیادہ تراجم اردو زبان کے شمار کیے گئے ہیں جن کی تعداد ۹۲ ہے اس کے بعد دوسرا نمبر فارسی زبان کا ہے جس کے تراجم کی تعداد ۵۲ لکھی گئی جو بڑی معقول تعداد ہے اور آپ پڑھ چکے کہ فارسی زبان میں سب سے پہلا ترجمہ (نامکمل) ایک صحابی رسول حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کیا فارسی تراجم کے حوالے سے معروف مفکر و ادیب شیخ سعدی کا تذکرہ آتا ہے حضرت الامام ولی اللہ الدہلوی کی اس حوالہ سے خدمت تو ایک مجتہدانہ کاوش اور ملت کے لیے تربت کا گراں قدر عطیہ اور احسان ہے۔

معروف مجاہد عالم مولانا محمود حسن دیوبندی کے مقبول عام اردو ترجمہ کا دو اداروں نے جہاں انگریزی ترجمہ کرکے بڑے اہتمام سے شائع کیا۔ وہاں حکومت افغانستان نے اس کا علماء کی ایک ذمہ دار جماعت سے فارسی ترجمہ کرایا جس نے بڑی مقبولیت حاصل کی۔

دائرۃ المعارف کے فاضل مقالہ نگار نے ایک دوسرے مقالہ میں محض جنوبی ایشیاء کے حوالہ سے فارسی تراجم و تفاسیر پر گفتگو کی اس تفصیل سے آگاہ ہونے کے لیے ج ۶ کا متعلقہ مقالہ قابل مطالعہ ہے۔ بہر طور یہ بات لائق تحسین ہے کہ قرآن مجید سب سے پہلے جس زبان میں منتقل ہوا وہ فارسی زبان ہے۔ آج کے دور میں فارسی جن خطوں کی زبان ہے ان میں سب سے نمایاں نام ایران کا ہے ایران کی حکومت اور ایرانی اہل علم کی اکثریت کی فکر، ملت اسلامیہ کی مجموعی فکر سے یقیناً بہت سے معاملات میں متغائر و متخالف ہے، لیکن قرآن مجید ایک ایسا بہتا پانی اور ایسی جوئے رواں ہے جو اپنا راستہ خود بناتا ہے قدرت نے قرآن مجید کی خدمت کا کام ایسے ایسے لوگوں سے لیا کہ حیرت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے غالب علی کل شئی، اور علی کل شئی قدیر کے تصور میں اور پختگی پیدا ہوتی ہے۔ موجودہ سعودی حکومت کے فرماں روا شاہ فہد اگر کثیر سرمایہ سے بہترین مصرا قرآن چھاپنے کے ساتھ دنیا کی ہر زبان کے ایک ایک منتخب ترجمہ کو بڑی خوبصورتی سے چھاپ کر ساری دنیا میں تقسیم کر رہے ہیں تو اس میں تعجب کی بات نہیں کہ ان کو اور ان کے خاندان کو جو عزت ملی وہ قرآن ہی کے دم قدم سے ہے اسی طرح الازہر شریف قرآن مجید کے حوالے سے بڑی خدمت سرانجام دے رہا ہے تو وہ بھی سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ قدرت ربانی کا تماشہ تو اس وقت نظر آتا ہے جب شاہ ایران رضا شاہ پہلوی ذاتی صرفہ سے اتنے خوبصورت قرآن مجید چھاپ کر تقسیم کرتے ہیں کہ ان کے ظاہری حسن سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں، سرزمین ایران سے قرآن کی خدمت واقعی بڑا عظیم معجزہ ہے ـــ وہاں کے

وہ اکابر داعیان جو ملت کی مجموعی فکر سے اختلاف رکھتے ہیں۔ وہ یہ خدمت سرانجام دیں تو بھی معجزہ اور ملت کی فکر سے اتفاق رکھنے والے مخالفانہ ماحول میں کام کریں تو یہ بھی معجزہ، اسی قسم کا ایک معجزہ "تفسیر نور" ہے کردستان کی علمی دانشگاہ کے رکن رکین ڈاکٹر مصطفیٰ خرم دل کی یہ عظیم تالیف بڑے سائز کے ۱۰۵۰ صفحات پر مشتمل ہے، بہت ہی بڑھیا کاغذ ازہر کے متن قرآن مجید کے ساتھ مصطفیٰ خرم صاحب کی اس کاوش کو حیدری چھاپہ خانہ نے شائع کیا، یہ پہلا ایڈیشن ہے جس سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ قراء سبعہ میں سے حضرت الامام عاصم کوفی رحمہ اللہ تعالیٰ کے شاگرد رشید امام حفص رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق یہ متن قرآن مجید چھاپا گیا، یہی متن ہمارے دیار میں متداول ہے — مصحف شریف کا ٹائیٹل سورۂ نور کی آیت ۳۵ سے اس طرح تیار کیا گیا ہے کہ کوفی رسم الخط میں اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک "اللہ" کو بڑے دائرہ میں ۱۵ بار لکھا گیا، درمیان میں چھوٹے دائرہ میں "نور السمٰوات والارض" کے الفاظ ہیں، اور بڑے دائرہ کے باہر عمومی رسم الخط میں پوری آیت بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سمیت لکھی گئی، ڈاکٹر مصطفیٰ خرم نے شروع کے تین صفحات میں مقدمہ لکھا اس میں درج ذیل نکات ہیں۔

۱: قرآن زندہ جاوید معجزہ، آئین اسلام، ساری دنیا کے لیے ایک چیلنج (بحوالہ البقرہ آیت ۲۳، سورۂ ہود آیت ۱۳، سورۂ اسراء آیت ۸۸)

۲: ایسی کتاب جس نے خالق کائنات کی وحدانیت، ان کی عظمت و کبریائی کے حوالے سے آفاقی دلائل کا ایک وسیع ذخیرہ فراہم کیا، ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ کتاب جو زمان و مکان سے ماورا ہے اس کے مضامین و مفاہیم اہل عرب کے علاوہ دوسرے حضرات کی نگاہوں سے پوشیدہ رہتے ہیں وجہ زبان سے ناواقفیت، اس لیے ہمیشہ ایسا اہتمام ہوتا رہا کہ اہل علم اس کی خدمت کریں اس خدمت کا دائرہ بڑا وسیع ہے بعض تفاسیر مطول، بعض متوسط اور بعض مختصر نظر آتی ہیں۔

ان کا کہنا ہے کہ ادھر چند سال قبل مسلمانوں کے عظیم علمی و دینی مرکز مصر میں "المنتخب" نام کی تفسیر بڑی جامع قسم کی نظر آئی، انجمن قرآن دست نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا، میں نے اسے خرید لیا حضرات مؤلفین نے ایک جلد میں اس کو مرتب کیا اس طرح کہ صفحہ کے ایک حصہ میں متن قرآن مجید دیا اور نیچے ان کے مطالب اور مفاہیم — میں نے اس جامع ترین اور مفید ترین تفسیر کو فارسی میں منتقل کرنے کا عزم کر لیا۔ اور اہل فارس کے لیے فارسی ترجمہ کے اضافہ کا اہتمام کیا۔ یوں اس مخلص بندے نے اپنی عمر عزیز کا ایک حصہ اس عظیم الشان کام کے لیے خرچ کر کے بڑی سعادت [illegible]

سمیٹ لی ۔ ایسے لوگوں کو حق ہے کہ وہ کل صبح قیامت خوشی کے جذبات سے پڑھیں ۔
روز محشر ہر کسے دروست گیرد نامہ ۔ من نیز حاضر می شوم اوراق قرآن در بغل
موصوف نے ترجمہ کا اہتمام کیا ، حواشی کو فارسی میں منتقل کیا ۔ حل لغات ، صرفی ، نحوی اشکالات
اور تکرارات کے حوالہ جات کا اس طرح اہتمام کیا کہ بے ساختہ قربان ہونے کو دل چاہتا ہے ـــــ
انہوں نے چند نکات کی طرف بالخصوص توجہ دلائی اور وہ یہ کہ
الف : قرآن مسلمان کی زندگی کے لیے دستور العمل ہے ۔
ب : قرآن آسمانی نسخہ ہے مخالفین اسلام کے بقول ایجاد بندہ نہیں ، نہ اس میں تحریف کی کسی
میں جرأت ہے ۔
ج : قرآن جہانوں کے عالم کی طرف سے اس کے ماننے والوں کے لیے ایسا تحفہ ہے کہ وہ مان کر اللہ
تعالیٰ کی جماعت بن جاتے ہیں ۔
د : قرآن کی اصل زبان عربی ہے اور عربی میں اس کا سیکھنا بہت آسان ہے ۔
ھ : قرآن مسلمانوں کے دفاع کے لیے ایک اسلحہ کی مانند ہے ۔
و : قرآن نصیحت و رہنمائی کی کتاب ہے ۔
اس لیے وہ کہتے ہیں ۔

"اے مسلمان دونوں جہانوں میں حصول سعادت کے لیے سوائے قرآن کوئی طریقہ
نہیں ، قرآن کے مطابق اپنے عمل کو استوار کر ، ہر موقع کے لیے ربانی نسخہ جات اس
میں تو پالے گا ، قرآن کی زبان سیکھ ، اس سے رہنمائی حاصل کر ، اس کی نصیحتوں کو گوش
ہوش سے سن اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کر ۔" (مقدمہ ص ج)

موصوف نے آخر میں ان منابع و مراجع کا ذکر کیا جن سے انہوں نے اس خدمت کی تکمیل کے لیے
استفادہ کیا ان منابع و مصادر کی تعداد ۹۴ ہے اس فہرست میں قدیم و جدید کے حوالہ سے بہت
سی اہم اور عظیم تفاسیر قرآن کا ذکر ہے جس کا معنی یہ ہے کہ موصوف نے بہت ہی توجہ ، انہماک ،
محنت اور للٰہی جذبات کے تحت یہ کام کیا ۔ ان پر خشیت و خوف الٰہی کا غلبہ رہا اور انہوں نے کوشش
کی کہ کتاب الٰہی کی خدمت میں ٹھوکر نہ لگنے پائے ۔
میری خواہش تھی کہ میں کچھ حوالے دے کر اس خدمت کی اہمیت واضح کرتا لیکن تحریر کے طویل
ہو جانے کے سبب ایسا ممکن نہیں تاہم چند حوالے ملاحظہ فرمائیں ۔

سورۃ الفاتحہ میں مالک کا معنی متصرف، صاحب، خداوند کیا گیا ہے — ایاک نعبد وایاک نستعین کا ترجمہ کیا گیا۔ "تنہا تو رامی پرستیم و تنہا از تو یاری می طلبیم" المغضوب علیہم اور الضالین کے حوالے سے قرآن کریم کے ان مقامات کی نشاندہی کی جن میں ان طبقات کا وضاحت سے ذکر ہے (ص ۱)۔ سورۃ البقرہ میں الغیب کا لفظ ابتدا ہی میں آیا موصوف لکھتے ہیں۔

"آن چیزہائے کہ پوشیدہ و نہاں از حواس و فراتر از دائرہ دانش انسان است و خدا و رسول بداں خبر دادہ اند، از قبیل فرشتگان، جن، استانیہ، بہشت، دوزخ، چگونگی حساب و کتاب در آخرت" (ص ۲)

کافروں کے دل پر مہر کے حوالہ سے موصوف فرماتے ہیں۔

"مہر زدہ است، کنایہ از عدم استعداد ایشاں برائے پذیرش ایمان و عدم درک آنان است"

اسی ضمن میں موصوف نے سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳ اور سورۃ الروم آیت ۵۹ کے مزید حوالے دیئے تاکہ ایک موضوع کے حوالے سے بیک وقت قرآنی مقامات سامنے آجائیں — الغرض اسی طرح ایجاز اختصار، جامعیت کے ساتھ موصوف نے ہر ہر آیت ہر ہر حصہ پر گفتگو کی، لغت کے مسائل حل کیے صرف و نحو کے عقدے حل کیے اور آیات کے مجموعی مفہوم کو "دریا بکوزہ" کی مانند چند چند جملوں میں سمو دیا جو بجائے خود بڑا کارنامہ ہے۔

اللہ تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور فارسی داں حضرات کے لیے یہ نسخہ نسخہ شفا ثابت ہو۔ موصوف نے اپنی جنت کا سامان کرلیا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی طرح خدمت قرآن اور اس سے بڑھ کر عمل بالقرآن کی توفیق سے نوازے، آمین بحرمۃ النبی الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

یادِ رفتگان

ادارہ

مسجد نبوی کے امام و خطیب شیخ عبدالعزیز بن صالح کا سانحۂ ارتحال

علمائے کرام، طلبار اور دینی حلقوں میں یہ خبر انتہائی رنج والم سے سنی گئی کہ مسجد نبوی ؐ کے امام وخطیب الشیخ عبدالعزیز بن صالح گذشتہ دنوں اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے آمین!

الشیخ عبدالعزیز بن صالح کی آواز۔ گرجدار آواز۔ روح پرور اور ایمان افروز آواز کم وبیش پچاس سال مسجد نبوی میں گونجتی رہی اور ان کے موثر ترین اور عام فہم خطبات لوگوں کے دلوں کو ایمانی حرارت بخشتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بے شمار خوبیوں سے نوازا تھا۔ مسجد نبوی کی امامت کی سعادت کے ساتھ ساتھ وہ مدینہ منورہ کے قاضی القضاۃ بھی تھے۔ جن لوگوں نے ان کی اقتدار میں نماز جمعہ ادا کی ہے۔ وہ خوب جانتے ہیں کہ ان کی آواز کتنی گونج دار، موثر اور دل میں اترنے والی تھی۔ ان کے لہجے اور انداز کو عربی، عجمی، مرد، عورتیں بچے سب ہی خوب سمجھتے تھے۔ دل کی گہرائیوں سے نکلنے والی دعائیں نمازیوں پر خوب اثر کرتی تھیں۔ قرات کی آواز تو دل کھینچ لیتی تھی۔

الشیخ عبدالعزیز بن صالح قصیم کے زرخیز علاقہ میں جو دینی اور دنیاوی ہر دو اعتبار سے زرخیز ہے مشہور قصبے المجمعہ میں ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن یہیں گزارا۔ بچپن سے علمار کرام سے خصوصی شغف اور تعلق رہا۔ وہ علمار کی مجالس میں بیٹھے اور ان کی علمی گفتگو کو اپنے دل ودماغ پر نقش کر لیتے ابتدائی عمر یعنی کمسنی ہی میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ باقاعدہ علم فضیلۃ الشیخ عبداللہ العنقری سے حاصل کیا۔ ۴۳ سال کی عمر میں اپنے چچا الشیخ عبداللہ بن زاحم رح کے ہمراہ ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں مدینہ منورہ تشریف لائے اور پھر ساری زندگی اسی مقدس شہر میں گزار دی۔ ان کے چچا جو محکمہ الشریعہ کے نائب قاضی القضاۃ تھے۔ ہر روز مغرب کے بعد مسجد نبوی میں درس دیتے جس میں بڑے بڑے نامور علماؔ اور صلحاؔ شریک ہوتے ان مجالس سے بہت بلند مرتبت علمار پیدا ہوئے۔ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن صالح بھی باقاعدگی سے ان درسوں میں شریک ہوتے اور علم وعرفان سے اپنا دامن بھرتے رہے۔ ۱۳۶۸ھ بمطابق ۱۹۴۸ء سے باقاعدہ مسجد نبوی کی امامت اور خطابت سنبھال لی اور اپنے رب کے حضور جانے تک اپنے اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔ عیدین کے خطبے بطور خاص یادگار ہوتے۔

۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء میں جب ان کے چچا الشیخ عبداللہ بن زاحم کی وفات ہوئی تو ان کی جگہ شرعی عدالت کے قاضی القضاۃ مقرر ہوئے۔ شرعی عدالت کے قاضی کی حیثیت سے ان کے فیصلے بڑے یادگار

اور کتاب وسنت کی فکر پر تھے۔ اپنے منصب کی وجہ سے ان کے پاس بے شمار مقدمات اور تنازعات فیصلے کے لیے لائے جاتے۔ فریقین میں صلح کروانی اور خصوصاً خاندانی تنازعوں میں راضی نامہ کروانا ان کا پسندیدہ کام تھا۔ ہزاروں اجڑتے گھروں کو انہوں نے محض حلم، تواضع نصیحت اور اپنی گفتگو کی حلاوت سے آباد کروا دیا۔ اہل مدینہ بھی ان سے خوب پیار کرتے اور ان کی ہر خواہش کو پورا کرنا اپنے لیے سعادت سمجھتے۔ نہ جانے کتنے یتیم، مسکین، بیوائیں اور دینی علوم حاصل کرنے والے طلباء تھے۔ جن کی حاجات کو پورا کرتے اور ان کو وظائف عطا کرتے۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مسجد نبوی کی حالیہ توسیع جو تاریخ کی سب سے بڑی توسیع ہے۔ اس میں فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز نے بڑا نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ وہ خادم الحرمین الشریفین کے ساتھ اس منصوبے کے تمام مراحل میں ساتھ رہے اور توسیعی کمیٹی کے ایک اہم رکن کی حیثیت سے انہیں نہایت گراں قدر مشورے بھی دیتے رہے۔

وزیراعظم بھٹو کے دور حکومت میں جب وہ پاکستان تشریف لائے تو دورۂ پشاور کے موقع پر مولانا سمیع الحق مدظلہ کے شدید اصرار کے باوجود بھی حکومت اُن کے دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری کے لیے تیار نہ ہوئی اور آخر تک رکاوٹ بنی رہی تو مولانا سمیع الحق اور دارالعلوم کے طلبہ نے روڈ بلاک کر کے مسجد نبوی کے امام وخطیب شیخ عبدالعزیز بن صالح کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا پولیس اور پروٹوکول کی شدید مزاحمت اور مخالفت کے باوجود طلبہ دارالعلوم نے اپنی محبت خلوص اور والہیت اور وارفتگی کا ثبوت دیتے ہوئے شیخ کو ان کی گاڑی میں اٹھا کر دارالعلوم کے صحن میں لائے اور دارالعلوم کو ان کے قدوم میمنت لزوم کی سعادت حاصل ہوئی بعد میں جب بھی مولانا سمیع الحق مدظلہ کی ان سے ملاقات ہوتی اور بعض اوقات مختلف تقریبات یا ان کے ہاں دعوتوں میں مولانا سمیع الحق مدعو ہونے تو وہ اس واقعہ کا ہمیشہ ذکر کرتے اور دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ کی محبت اور والہانہ عقیدت کا اعتراف کرتے۔

بروز پیر مورخہ ۱۱ صفر کو جب ان کا جنازہ مسجد نبوی میں لایا گیا تو مسجد اپنی تمام تر وسعت وکشادگی کے باوجود تنگ محسوس ہو رہی تھی۔ گورنر مدینۃ الرسول کے علاوہ شہر بھر کے لوگ تھے۔ جس مصلے پر وہ پچاس سال امامت کے فرائض انجام دیتے رہے آج وہاں سے ان کے سفر آخرت کا آغاز ہو رہا تھا۔ امام ڈاکٹر علی بن عبدالرحمن الحذیفی نے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر ان کو جنت البقیع میں بے شمار صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اولیاء، علماء، محدثین کرام اور علمائے دین کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ ان کے آٹھ بیٹے ہیں۔ کنیت بڑے بیٹے کے نام سے ابوصالح تھی۔ وہ اپنے دیگر مناصب کے ساتھ کبار علمائے کرام کی مجلس کے رکن نیز سعودی عرب کی مجلس قضائے اعلیٰ کے بھی رکن تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں مقام عطا فرمائے آمین

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہٗ کلاچی

فریاد ہے ای کشتئ امت کے نگہبان

تحریک عمل برائے نفاذِ شریعت ایک تبلیغی، اصلاحی اور اشاعتِ احکامِ اسلام و علمِ دین کا نیت کام کرنے والی ایک جماعت ہے۔ شیخ التفسیر حضرت العلامہ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب مدظلہ العالی اس کے بانی و موسّس اور صدر ہیں ذیل کا مضمون ان کی دقیع تحریر ہے جو جماعت کے سالِ چہارم کے افتتاحی پیغام کے عنوان سے موصول ہوئی ہے نافعیتِ عام کے پیشِ نظر نذر قارئین ہے۔ (ادارہ)

ملک اس وقت جس بحران سے گذر رہا ہے حقیقت یہ ہے کہ۔

ع بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے۔

سب کو آنکھوں سے نظر آرہا ہے کہ نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال نہ آل اولاد محفوظ ہے اور نہ ہی عزت و آبرو فحاشی عریانی اور بے حیائی کا دور دورہ ہے جھوٹ بولنے اور لوٹ کھسوٹ کرنے سے کوئی شرماتا نہیں دھوکہ دینے اور فریب کاری پر فخر کیا جاتا ہے کفر ناچ رہا ہے اور واضح طور پر اسلامی احکام کو بیان کرنے سے عوام تو کیا علماء اور مشائخ اور قائدین اسلام تک شرمانے لگے ہیں غرض نہ دین محفوظ ہے نہ دنیا اسلامی نظام کا خواب پریشان ہونے لگا ہے اور پاک کشتی بھنور میں ہچکولے کھا رہی ہے۔ ہر دردمند مسلمان کا دل تڑپ تڑپ کر کہہ رہا ہے۔

ے فریاد ہے ای کشتئ امت کے نگہبان
بیڑا یہ تباہی کے قریب آن لگا ہے

ایسا کیوں؟ صرف اور صرف اس لیے کہ خدا ناراض ہے خدا روٹھ گیا ہے کیونکہ اس کا قرآن اور اس کے محبوب کی سنت اور فرمان زیردست ہیں اور خاکی زاد انسانوں کی اسمبلی کا حکم اور فیصلہ بالادست، پاک ملک کی با اختیار مقننہ جس کا فرض احکام خداوندی اور قوانین اسلامیہ شریعت محمدیہؐ کا نفاذ ہے اس

میں ہندو، سکھ، قادیانی، عیسائی اور یہودی تک شریک ہوسکتے ہیں۔ شرم کی بات ہے کہ روس کی اسمبلی میں تو امپریئیل ازم پر یقین والا شریک نہ ہوسکے اور امریکہ کی ریاستوں کی حکمران پارٹی میں کمیونزم کا وفادار نہ بیٹھ سکے مگر خدائی حکومت کی قوت نافذہ میں ہر ایرہ وغیرہ نتھو خیرا باضابطہ ممبر بن سکے۔

ع تفو بر تو ای چرخ گرداں تفو۔

اور رب رحیم وکریم اس لیے ناراض ہے کہ ملک کی غالب اکثریت نے اپنے اختیار اور مرضی سے پنج بناء اسلام تک کو چھوڑ رکھا ہے۔ محرّمات اور بدترین برائیاں برسرِبازار کی جارہی ہیں جنہیں دیکھ کر بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے کہ۔

ع یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

ان حالات میں ـــــ تحریک عمل برائے نفاذ شریعت اسلامیہ کا مطالبہ ہے۔

(الف) ہر سنی مسلمان سے کہ خدارا کم ازکم پنج بنا ءِ اسلام کی پوری پوری پابندی کا آج ہی پختہ ارادہ کر لیجئے اور جھوٹ فریب رشوت چوری بدکاری ظلم وستم، شوقیہ تصویر کشی، سود خوری جوا لاٹری نشہ آور چیزوں کے استعمال وغیرہ وغیرہ سے آج ہی ایک سچے مسلمان کی طرح توبہ کر لیجئے۔ اور کم ازکم اسلام کی بنیادی اور ابتدائی تعلیم کے لیے ہفتہ میں کم ازکم دو پیریڈ لگاتے رہیے۔

(ب) اور دینی جماعتوں سے درخواست ہے کہ خدارا واضح اسلام کے مطالبہ پر ڈٹ جائیے آپس میں الجھنے کی بجائے۔ (۱) قرآن وسنّت کی بالادستی کو یقینی بنانے کے لیے آئین کے ان دفعات کے خلاف جہاد شروع کر دیجئے جن کو بہانہ جو طبائع قرآن وسنت کی بالادستی سے مزاحم سمجھتے ہیں۔

(۲) پاک اسمبلی کی با اختیار اسمبلی (مقننہ) کو غیر مسلموں سے پاک کرنے کی جنگ لڑیئے۔

(۳) ملک میں جو فرقے بھی قادیانیوں کی طرح کسی بھی اسلام کے بنیادی عقیدہ کے منکر ہوں ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی مہم چلایئے تاکہ ان مارآستین منافقین کے زہر سے پاک اسمبلیاں محفوظ ہوں۔

(۴) سروں کو گننے کی بجائے سروں کو تولنے کا شریفانہ طریقہ انتخاب منوایئے تاکہ ملک سرمایہ داروں کے چنگل سے نکل سکے اور کوئی غریب یا کم ازکم متوسط طبقہ کا فرد بھی قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کا امیدوار بن سکے اور ملک سے ہارس ٹریڈنگ کی لعنت ختم ہو۔

ضرورت ہے کہ ہر شہر اور ہر بستی سے دعوت عمل کی یہ آواز اٹھے ـــــ تاکہ اللہ تعالیٰ کا غصہ و غضب ٹھنڈا ہو ـــ رحمت الٰہی متوجہ ہو ـــ ملک بچ جائے اور اسلامی نظام کا خواب سچا ثابت ہو۔

واللہ غفور رحیم۔

قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

بیت المال کے چیئرمین کا والہانہ رقص ۔
الحاج عبدالمنان المہندس مکۃ المکرمہ ۔

نیو ورلڈ آرڈر، دو سو سال پرانا نعرہ / محمد اقبال مانچسٹر ۔

بالآخر عبدالولی خان نے بھی تسلیم کر لیا / ضیاء الدین قریشی

عذاب جہنم سے بچنے کے لیے فائر پروف کفن ۔
قاضی حافظ سراج الدین کلاچوی ۔

سرسید اپنی تحریرات کے آئینہ میں / مولانا سید تصدق بخاری

پاکستانی قیادت کیلئے نمونۂ عمل / احسان اللہ فاروقی

بیت المال کے چیئرمین کا والہانہ رقص

گلگت کے تاریخی چنار پارک میں ۱۴ ستمبر شندور پولو ٹورنامنٹ کی فاتح ٹیموں کے اعزاز میں دی جانے والی ایک ضیافت میں گلگت کے بیت المال کے چیئرمین رقص سے پیدا ہونے والے ماحول سے متاثر ہو کر خود بھی والہانہ انداز میں رقص کرنے لگے انہوں نے شائقین سے اپنے رقص کے لیے بے پناہ داد بھی وصول کی (الاخبار / اسلام آباد ۱۹ ستمبر ۱۹۹۴ء)

اس قسم کی حرکت ایک مسلمان، ایک اسلامی ریاست کے افسر جب کہ وہ بیت المال کا چیئرمین بھی ہو کسی بھی طرح زیب نہیں دیتی ایک سرکاری اہلکار ایک شعبہ کے چیئرمین کی حیثیت سے ان کا طرز عمل ہر لحاظ سے دوسروں کے لیے قابل تقلید ہونا چاہیئے تھا ۔

اس طرح کے جشن جن میں افسر لوگ اپنے ہوش و حواس کھو کر والہانہ انداز میں رقص و سرود کرنے لگتے ہیں نہ جانے اب کتنی بہتات سے منائے جا رہے ہیں وجہ اس کی یہ ہے کہ خود حکومت کی سرپرستی میں رقص و سرود کی محفلیں سجنی شروع ہو گئی ہیں، یوم آزادی اور یوم دفاع جیسے تاریخی اور مبارک مواقع پر کبھی گرینڈ کلچرل شو اور کبھی لیک میلہ لگا دیا جاتا ہے ۔ حکومت کی اس سرپرستانہ اور فیاضانہ پالیسی سے

بھی اب ایسے جشنوں اور ثقافتی میلوں کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے جن میں سرکاری افسر تو کیا خود وزراء بھی بے خودی کے عالم میں رقص کرنے لگ جاتے ہیں اور طبلے کی تھاپ پر خوب تھرکتے ہیں، حکومت جیسی بھی ہو اس کی مشینری کے پرزے جتنے بھی آلودہ ہوں مگر بیت المال تو بہر حال ایک اسلامی ادارہ ہے اس کا سربراہ خواہ کسی بھی سطح کا ہو ایک مثالی کردار اور بے داغ شخصیت کا مالک ہونا چاہیئے۔ خدا کرے کہ یہ بات متعلقہ حکام کی سمجھ میں بھی آسکے اور وہ اس طرح کی کاروائیوں کی مؤثر روک تھام کے لیے گلگت کے واقعہ کی تحقیقات کراکے بیت المال کی سربراہی کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کرسکیں جو رقص وسرود کی محفلوں کا رسیا نہ ہو۔ (ڈاکٹر ہدایت الرحمٰن مکۃ المکرمہ)

"نیو ورلڈ آرڈر" ۱۷۷۶ء میں امریکہ کے اعلانِ آزادی کے ساتھ ہی لگنے والا دو سو سال پرانا نعرہ

۱۷۷۶ء میں نہ صرف امریکہ کی آزادی کا اعلان ہوا بلکہ اسی سال پوری دنیا پر حکمرانی کے لیے "نیو ورلڈ آرڈر" بھی قائم کیا گیا۔ چنانچہ امریکہ کے سابق صدر بش نے نیو ورلڈ آرڈر کا جو یہ نعرہ لگایا تھا وہ نیا نہیں بلکہ امریکہ کی آزادی کے موقع پر ہی اس کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ "نیو ورلڈ آرڈر" کے منصوبے کا بانی ڈاکٹر آدم ویشاپٹ (DR. ADAM WEISHAUPT) پیدائشی یہودی تھا۔ وہ یہودیوں کا مذہبی رہنما بھی رہ چکا تھا بعد میں اس نے اپنی علیحدہ تنظیم قائم کرلی اور یکم مئی ۱۷۷۶ء میں نیو ورلڈ آرڈر کی بنیاد رکھی۔ ڈاکٹر آدم اور اس کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ دنیا میں یہ لوگ ہی ذہین ہیں جنہیں دنیا پر حکمرانی کا حق ہے چنانچہ انہوں نے "نیو ورلڈ آرڈر" پر عملدرآمد کے سلسلے میں اس کا ایک مخروطی نشان بھی بنالیا جو آج کل امریکی ڈالر پر بھی موجود ہے امریکہ کے ایک ڈالر پر نیو ورلڈ آرڈر کا نشان کندہ کرنے کا قانون صدر ایف ڈی روزویلٹ کے دور میں ۱۹۳۳ء میں منظور کیا گیا اس کے بعد سے اب تک امریکہ کے ایک ڈالر کے نوٹ پر یہ نشان موجود ہے۔

ان تاریخی حقائق کا انکشاف ۱۹ فروری ۱۹۹۳ء کو کینیڈا میں شائع ہونے والی کتاب نیو ورلڈ آرڈر اینڈ دی تھرون آف دی اینٹی کرائسٹ۔

(NEW WORLD ORDER AND THE THRONE OF THE ANTI CHRIST)

کے صفحہ ۴ پر کیا گیا ہے جس کے مصنفین رابرٹ او، ڈرسکول اور مارگریٹا آیوانوف ڈبروسکی۔

(ROBERT O DRISCOLL AND MARGARITA IVANOFF-DUBROWSKY)

ہیں۔ کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اس نیو ورلڈ آرڈر کو ۱۷۸۲ء میں ولھمساد کانگریس (WILHELMSB-AD) کے موقع پر آرڈر آف دی ایلومینائی میں ضم کر دیا گیا تھا اور اس وقت سے یہ فری میسن تنظیم کا بھی

بل اہم علامتی نشان بن گیا تھا۔ ڈالر پر شائع ہونے والے دائرہ کے اندر مخروطی عمارت کے نیچے جو الفاظ لکھے ہوئے ہیں ان کا انگریزی ترجمہ "نیو ورلڈ آرڈر" ہی ہے۔

بالآخر عبدالولی خان نے بھی تسلیم کرلیا

مورخہ ۹۴-۹-۱۷ کو بی بی سی لندن کی پشتو نشریات میں عوامی نیشنل پارٹی کے قائد خان عبدالولی خان نے یہ بات بالآخر تسلیم کرلی کہ سوویت یونین نے امریکہ سے شکست نہیں کھائی، بلکہ اسلامی نظام سے شکست کھائی ہے، خان عبدالولی خان نے بی بی سی کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ سوویت یونین میں جو نظام تھا، شوشلزم اور کیمونزم کا اس کا مقابلہ امریکہ طاقت اور اسلحہ سے نہیں کرسکتا تھا۔ تو امریکہ کی خفیہ ایجنسی سی آئی اے اور پاکستان کی خفیہ ایجنسی آئی ایس آئی نے مشترکہ ایسی حکمت عملی تیار کی کہ جس میں روس کو شکست ہو لیکن ان کو اس بات کا بھی مکمل یقین تھا کہ روس کے ساتھ طاقت اور اسلحہ سے نہیں لڑسکتے تو انہوں نے افغانستان کی عوام میں جہاد افغانستان اور اسلامی نظام کا جذبہ ابھارا۔ تو روس کے پاس جو نظام تھا سوشلزم اور کیمونزم کا تو وہ اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا تھا۔ اس لیے روس نے امریکہ سے شکست نہیں کھائی بلکہ اسلامی نظام سے شکست کھائی ہے"

ولی خان نے اس انٹرویو میں بالآخر یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ روس کو اسلامی نظام سے شکست ہوئی ہے تو پھر ولی خان کو چاہیئے کہ آئندہ اسلام کے بارہ میں توہین آمیز بیانات دینے سے نہ صرف گریز کریں بلکہ پاکستان میں اسلامی نظام کی اجراء اور نفاذ کے بارہ میں دینی قوتوں اور علماء حق کا بھرپور ساتھ دیں۔ ضیاء الدین قریشی

عذاب جہنم سے بچنے کے لیے فائر پروف کفن

(نوائے وقت ۵ اگست ۱۹۹۴ء کی ایک خبر بھیج رہا ہوں)

امریکہ کے ایک شہری ہاروی فرنیک کو مرنے کے بعد اس کی وصیت کے مطابق فائر پروف کفن پہنایا گیا اور قبر میں تابوت کے ساتھ آگ بجھانے والے آلات بھی رکھ دیئے گئے ہاروی فرنیک نے مرنے سے کچھ عرصہ قبل خواب دیکھا تھا کہ مرکر وہ سیدھا دوزخ میں چلا گیا ہے چونکہ اس کے اعمال بھی دوزخیوں جیسے تھے اس لیے اسے یقین ہوگیا کہ مرنے کے بعد اسے ضرور جہنم کی سزا ملے گی۔ چنانچہ اس نے وصیت کردی کہ اسے فائر پروف کفن پہنایا جائے اور اس کی لاش کے ساتھ آگ بجھانے والے آلات بھی دفن کیے جائیں۔

ہاروی فرنیک نے سوچا ہوگا کہ جہنم کی آگ بھی دنیا کی آگ جیسی ہوگی اور جس طرح آگ بجھانے والے آلات سے ہم دنیا کی آگ بجھا لیتے ہیں اس طرح فائر پروف کفن کی مدد سے وہ جہنم کی آگ سے بھی بچا رہے گا

لیکن دنیا کی آگ کو جہنم کی آگ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے دنیا کی آگ تو اس آگ سے خود پناہ مانگتی ہے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے لہٰذا آگ بجھانے والے آلات جہنم کی آگ سے ہرگز پناہ نہیں دے سکیں گے۔ (حافظ سراج الدین کلاچوی)

اہل علم حضرات کے لیے ایک نادر تحفہ

علمی و تاریخی و شخصیاتی تحقیق کرنے والے اہل علم حضرات اور علماء کرام و مدرسین عظام اور دورۂ تفسیر پڑھانے والے علماء فخام کے لیے محققانہ معلومات افزا کتاب۔ محرّف قرآن۔ محقق مصنّف مولانا سیّد تصدق بخاری کے رشحات قلم کا نتیجہ۔ یعنی سر سیّد اپنی تحریرات فاسدہ اور عقائد کاسدہ کے آئینہ میں پہلی بار منظر عام پر آئی ہے جس میں سر سیّد کی مذہبی دسیسہ کاریوں و شطحیات کا ثبوت انہی کی کتابوں ان کی تحریف القرآن المعروف بہ تفسیر القرآن کے حوالوں سے پیش کر کے ان کا محققانہ و فلسفیانہ رد کیا گیا ہے سر سیّد نے جنوں۔ فرشتوں، جنت و دوزخ کے مخلوق و موجود ہونے کا انکار کیوں کیا ؟ معجزات و کرامات کا مزاح کیوں اڑایا ؟ ان چیزوں پر ایمان رکھنے والوں کو کوڑھ مغز ملا کہہ کر کیا کہا یا ؟ علماء اسلام اور محقق اہل علم مؤرخ سر سیّد کی بابت کیا رائے رکھتے ہیں ؟ سر سیّد نے قرآن کریم کی تصریحات میں کیا کیا تغیر و تبدل کیا ہے ؟

ان سوالات کے جوابات اور دوسرے بہت سی علمی و تاریخی حقائق کے انکشافات معلوم کرنے کے لیے یہ کتاب منگا کر پڑھیئے۔ (مولانا سیّد تصدق بخاری ۔ ۲۳ سی۔ وائی بلاک پیپلز کالونی گوجرانوالہ)

پاکستانی قیادت کے لیے نمونۂ عمل

پاکستانی حکومت، سیاسی ڈاکوؤں اور بیوروکریٹ لٹیروں میں آپ رہتے ہیں اور ہم یہاں خدا کے فضل سے امن و امان کے علاقہ میں رہتے ہیں مجھ پر امتحان آیا اور اللہ نے کرم کیا پاکستان میں ایک غریب پر کیا گذرتی ہے آپ جانتے ہیں و دوحہ قطر میں آپ کے غریب بھائی پر جو گذری، سن لیجئے گا۔

۹۴ - ۸ - ۲۴ کو اچانک دل کا دورہ پڑا دل کا بیچ وال بند ہونے والا تھا حمد مستشفیٰ میں ۱۰ ستمبر کو دل کا آپریشن ہوا۔ برادرم ! آپ جانتے ہیں ہم غریب لوگ ہیں اتنی طاقت ہماری کہاں تھی کہ اتنا مہنگا علاج کرواتے، اللہ نے فضل کیا حکومت قطر کو وسیلہ بنا یا۔ قطر میں قطریوں کا بھی اور بیرونیوں کا بھی مفت علاج کیا جاتا ہے پہلے روز جو مجھے اٹیک ہوا اس موقع پر جو انجکشن لگایا گیا اس کی قیمت ۱۱۰۰۰ قطری ریال ہے جس سے پاکستانی ۱۰۵۶۰۰ روپیہ بنتا ہے، پانچ روز جن مشینوں میں رکھا ایک ایک دن کا خرچہ ۵۰۰۰ ہزار ریال تھا میں ایک غریب اور مزدور آدمی ہوں میرے بس

کی نوبت ہی نہ تھی، مگر خدا کا فضل ہوا کہ میرا تمام معالجہ مفت ہوا دوحہ قطر کی حکومت نے برداشت کیا۔ اسی ہسپتال میں ایک پاکستانی حاجی میرویس خان صدیقی ضلع سوات کو پلاسٹک کا مصنوعی دل مفت لگایا گیا۔ جس کی قیمت ۰۰۰۰،۰۰ پاؤنڈ ہے، بہرحال آپ حضرات کی دعائیں شامل تھیں اللہ نے مجھے شفا دیدی، آپ بھی پاکستان میں تحریک چلائیں اہل وطن کو ترغیب دلائیں امن وامان قائم ہو۔ حکومت وسائل کو کام میں لائے کیا عجب کہ اسلامی نظام کے قیام سے غریبوں اور ناداروں کے ساتھ ایسا معاملہ ہو جیسا کہ قطر میں ہوتا ہے۔ (احسان اللہ فاروقی، دوحہ قطر)

الحق کے مضامین

مل گیا ماہنامہ الحق ہو گیا دل باغ باغ
پڑھ لیا جب اس کو تو صاف ہوگیا دل داغ داغ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ ماہنامہ "الحق" وقت پر موصول ہو رہا ہے۔ آپ حضرات رسالے کی ترتیب و تدوین، مضامین کے انتخاب، ادبی معیار اور حالات کے ساتھ دورِ جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر نمایاں موثر اور خوشگوار تبدیلی لاکر قارئین کی دلچسپیوں میں اضافہ کر رہے ہیں، ماشاء اللہ ادبی ذوق رکھنے والے احباب آپ کے رسالے کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے اپنی علمی پیاس بجھا رہے ہیں۔

"الحق"، شمارہ صفر ۱۴۱۵ھ میں نے بڑی دلچسپی کے ساتھ دیکھا ہے۔ نظام اکل و شرب میں شریعت کی رہنمائی (آداب طعام) درس ترمذی شریف کا سلسلہ اشاعت جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کھانا تناول فرمانے کا طریقہ، تین انگلیوں کا استعمال، انگلیاں چاٹنے کی سنت اور حکمت و مصلحت اور حدیث باب کی توضیح و تشریح پڑھ لے میں تہہ دل سے آپ کو مبارکباد دیتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس رسالے کو دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ آمین!! واحد میر ہوتی مردان۔

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم حقانیہ کے شب و روز

شیخ عبداللہ عبدالمحسن الترکی کی دارالعلوم حقانیہ تشریف آوری

۲۹ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعرات کو سعودی عرب کے وزیر مذہبی امور اور شاہ فہد کے معتمد مشیر عبداللہ عبدالمحسن الترکی سابق رئیس جامعۃ الامام ریاض اپنے سرکاری دورے پر پاکستان تشریف لائے تھے صدر، وزیر اعظم سے ملاقات و مذاکرات اور دونوں ممالک کے باہمی معاہدات در روابط اور سرکاری امور کی تکمیل کے بعد ان کی یہ خواہش تھی کہ وہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ دیکھیں اور اس کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ سے ملاقات کریں۔

مولانا سمیع الحق سے ان کے دیرینہ علمی روابط اور ذاتی تعلق ہے چنانچہ بروز جمعرات ساڑھے بارہ بجے ہیلی کاپٹر کے ذریعہ مولانا سمیع الحق کی معیت میں اسلام آباد سے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے، دارالعلوم کے اکابر اساتذہ، مشائخ، طلبہ نے دو رویہ ہو کر ان کا استقبال کیا۔ انہوں نے دارالعلوم کے مہتمم کی معیت میں جامعہ کے تمام شعبہ جات درسگاہوں، اقامت گاہوں، لائبریری، ماہنامہ الحق، موتمر المصنفین اور ادارۃ العلم والتحقیق کے دفاتر، دارالحفظ والتجوید، نو آزاد وسطی ایشیا کی ریاستوں کے طلبہ کے احاطہ ماوراء النہر کا تفصیلی معائنہ کیا، جامع مسجد دارالعلوم میں مولانا سمیع الحق مدظلہ نے ان کے اعزاز میں استقبالیہ تقریب کا انعقاد کیا۔ تلاوت قرآن سے آغاز کے بعد مولانا سمیع الحق نے اپنے مختصر خطاب میں معزز مہمان کی دارالعلوم تشریف آوری پر ان کا شکریہ ادا کیا۔ مولانا مفتی غلام الرحمٰن نے جامعہ اور اس کا تاریخی پس منظر، نصاب و نظام تعلیم اور اس کی ملکی و عالمی خدمات کا اجمالی تعارف پیش کیا۔ شیخ الترکی نے اپنے خطاب میں دارالعلوم حقانیہ کے تعلیمی، اخلاقی اور تربیتی ماحول سے اپنی گہری دلچسپی کا اظہار کیا۔ وہ حیران تھے کہ بغیر کسی سرپرستی کے دارالعلوم اپنے اہداف اور مقاصد میں روبہ ترقی ہے۔

انہوں نے کہا کہ دارالعلوم حقانیہ کی اہمیت کے پیش نظر سعودی عرب کی مختلف جامعات سے اس کے مکمل انضباط وارتباط اور معادلے کے بارے میں مزید پیش رفت ہو گی۔ مولانا سمیع الحق نے اپنی اقامت گاہ پر معزز مہمان کو ضیافت دی جہاں وہ ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت مہتمم کے ساتھ رہ کر

تین بجے اسلام آباد کے لیے واپسی کی۔

دارالعلوم میں افغان مجاہدین کا ایک اجتماع اور مولانا محمد یونس خالص کا اپنے مادرِ علمی کو خراجِ تحسین

۱۶ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز جمعہ کو جمعیۃ طلباء شرعیہ افغانستان کے زیر اہتمام افغانستان میں خانہ جنگی کے خاتمے اور افغانیوں میں اتحاد کی کوششیں تیز کرنے کے سلسلہ میں جامع مسجد دارالعلوم کے صحن میں ایک سیمینار منعقد ہوا، مہمان خصوصی حزب اسلامی افغانستان کے امیر مولانا محمد یونس خالص تھے۔ اجلاس کا آغاز صبح ۱۰ بجے تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ عظیم گوریلا جرنیل حاجی دین محمد فاتح ننگرہار نائب سرپرست اعلیٰ حزب اسلامی قاری محمود شاہ، مولانا اسد اللہ، مولانا سید رسول اور مولانا احمد شاہ نے تقریریں کیں مہمان خصوصی مولانا محمد یونس خالص نے اپنی تقریر میں کہا:

"ہم نے دارالعلوم حقانیہ میں تعلیم حاصل کی یہاں سے جہاد کا درس لیا یہاں سے ہماری فکری ذہن سازی ہوئی یہ شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی جوانی کا زمانہ تھا مولانا سمیع الحق اس وقت بہت چھوٹے اور الف با پڑھتے تھے اس وقت مسجد سے یہاں دارالعلوم منتقل نہیں ہوا تھا۔ اب جہاں دارالعلوم ہے یہ ایک دشت و صحرا تھا ہم لوگ شہر کی مساجد میں رہتے تھے اور گھروں سے ٹکڑے اکٹھے کرکے اس پر گزر اوقات کرتے تھے وہ محبت کا دور تھا ہم سب طلبہ آپس میں بھائی بھائی بن کر رہتے تھے حضرت مولانا عبدالحق رح کو اپنے باپ سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے تھے وہ حضرت رح کا اخلاص تھا کہ ایک چھوٹا سا مدرسہ اتنے بڑے جامعہ میں تبدیل ہوا اور آج وہ ایک عظیم مرکز بن چکا ہے۔ یہاں کے طلبہ یہاں کے فضلاء اور روحانی ابناء اس لیے کامیاب ہیں کہ وہ اپنے شیخ مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی اطاعت کرتے تھے ان کی بات مانتے تھے ان کی ہر بات پر سر تسلیم خم کرتے تھے۔ ہمیں یہ سن کر بہت افسوس ہوا تھا کہ مولانا مفتی محمودؒ کا بیٹا مولانا فضل الرحمن ایک عظیم باپ کے بڑے بیٹے نہ ہونے کے باوجود سیاسیات میں اپنے استاذ اور مربی مولانا عبدالحق رح کی مخالفت میں کام کرنے لگا۔ اپنی مادر علمی اور اپنے شیخ کے موقف کی مخالفت کی اور آج وہ کہاں جا پہنچا ہے!

ہم تو یہاں کے شاگرد ہیں یہاں کے اساتذہ اور بانی مرحوم سے نسبت تلمذ پر ہم فخر کرتے ہیں ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد کی بھی غلامی سعادت سمجھتے ہیں۔ مگر ہم حیران ہیں کہ مولانا مفتی محمود رح

کے فرزند کیسے اپنے شیخ کی مخالفت کی جرأت کرتے رہے بس یہ بھی تو اللہ کی شان قدرت ہے "یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی"۔ مولانا محمد یونس خالص نے جہادِ افغانستان کے سلسلہ میں مرکز علم دارالعلوم حقانیہ اور شیخ الحدیث مولانا عبدالحق اور مولانا سمیع الحق کے مساعی کو سراہا۔ آخر میں مولانا سمیع الحق نے خطاب فرمایا افغانستان کی موجودہ حالت زار پر افغانیوں کو باہمی اتحاد و اعتماد کی طرف توجہ دلائی اور قیادت کو ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا۔

تقریب انعامات

۷ ستمبر ۱۹۹۴ء بروز بدھ کو جامع مسجد دارالعلوم حقانیہ میں سہ ماہی امتحانات کے نتائج کے سلسلہ میں تقریب انعامات منعقد ہوئی اکابر اساتذہ مشائخ اور طلبہ نے شرکت کی جامعہ کے نائب مہتمم حضرت مولانا انوارالحق مدظلہ نے امتحانات کے انعقاد اغراض و مقاصد، فوائد، کامیاب ہونے والے طلبہ کی ذمہ داریاں اور ناکام یا کم نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ کی تشویق و ترغیب کے موضوع پر مفصل خطاب کیا۔ تمام درجات کے طلبہ میں اوّل دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ میں شیخ الحدیث، حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب مدظلہ نے انعامات تقسیم کیے اور ان کے افتتاحی دعائیہ کلمات پر تقریب ختم ہوئی۔

مولانا عبدالقیوم حقانی

تعارف وتبصرۂ کتب

احمدیہ موومنٹ، برٹش جیولش کنکشنز

تالیف: بشیر احمد : قیمت ۲۰۰ روپے
ناشر: اسلامک بک شاپ فیصل مسجد اسلام آباد

یہ کتاب پہلی جامع اور مستند سیاسی تاریخ ہے جس میں احمدیہ تحریک کا مکمل سیاسی محاسبہ کیا گیا ہے۔ فاضل مصنف بشیر احمد نے کتاب کی تدوین کے لیے بنیادی ماخذات یعنی انڈیا آفس لائبریری لندن، امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی اور پاکستان کی اہم لائبریروں اور قادیانیوں کے اپنے ماخذات کو استعمال کیا ہے۔ دلائل وبراہین سے پُر اس تالیف میں احمدیہ تحریک کے پس منظر سے لے کر ۱۹۹۳ء تک تمام اہم گوشوں اور قادیانی سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ نہایت قابل قدر کارنامہ ہے اور مؤلف خراج تحسین کا حقدار ہے۔

انڈیا آفس لائبریری لندن کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب تو اپنی تحریک کو سرکاری طور پر منوانے کے لیے بے تاب تھے ان کی کوشش تھی کہ احمدیہ تحریک کو حکومت سرکاری طور پر تسلیم کرے اسے اپنی سرپرستی میں لے۔

علاوہ ازیں قادیانیت اور بہائیت کے روابط پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تاہم یہ موضوع مزید تحقیق طلب ہے۔ فاضل مؤلف نے قادیانیوں کی سیاسی سازشوں کو بے نقاب کیا ہے ان کی تحریک پاکستان کے خلاف کارروائیوں اور پاکستان مخالف بیانات کو ہمارے سامنے رکھا ہے۔ حکومت برطانیہ نے تقسیم ہند کے متعلق جو سرکاری دستاویزات ٹرانسفر آف پاور کے نام سے شائع کی ہیں ان کو ماخذ کے طور پر استعمال کرکے سر ظفر اللہ کی سیاسی حکمت عملی اور سامراج نوازی کی تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۹۳ء تک قادیانیوں نے کیا کچھ کیا اور کیسی سیاسی سازشیں کیں! تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور ۱۹۷۴ء، سر ظفر اللہ کا بطور وزیر خارجہ تقرر اور اس کا پاکستان کی خارجہ پالیسی کے لیے مضرات کو نہایت احسن طریقے سے پیش کیا گیا ہے، قادیانیت کے یہودیت کے ساتھ رشتے اور بین الاقوامی سطح پر ان کی سازشوں کی مکمل تفصیل درج ہے۔ ختم نبوت اور قادیانیت کے خلاف کام کرنے والی دینی قوتیں اس کتاب کو آسانی کے ساتھ لندن یورپ، امریکہ اور افریقہ میں روانہ کر سکتی ہیں کتاب کی

ابتدا میں مولف نے پنجاب کی انٹلی جنس (سی آئی ڈی) کی خفیہ رپورٹ درج کردی ہے جس میں احمدیت کی تاریخ اور اس کے سیاسی نظریات پر روشنی پڑتی ہے۔ یہ رپورٹ پہلی دفعہ منظر عام پر آئی ہے۔ وزارت مذہبی امور کے ارباب بست وکشاد اور دعوۃ اکیڈمی اور دیگر اسلامی مراکز اس کتاب کے زیادہ سے زیادہ ایڈیشن شائع کرائے تاکہ پڑھے لکھے اور سنجیدہ طبقے میں یہ کتاب پھیل سکے۔

دینی دستر خوان دو جلد

تالیف الحاج عبدالقیوم صاحب۔ صفحات ۱۵۰۰ قیمت ۴۸۰ روپے۔
ناشر: ادارہ اشرفیہ بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

زیر تبصرہ کتاب دینی علوم ومسائل اور احکام شریعت کا ایک جدید اسلامی انسائیکلو پیڈیا ہے جس میں عقائد وعبادات معاشرت ومعاملات اخلاقیات وسیاسیات سیرت نبوی اوراد ووظائف، خواتین کے مسائل احوال آخرت، عجائبات عالم اور متعدد دیگر عنوانات پر جامع مضامین جو مدینہ منورہ میں سکونت پذیر بزرگ الحاج عبدالقیوم صاحب بیس سالہ محنت شاقہ اور شب وروز کی علمی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔ بہشتی زیور کی طرح اسے بھی ہر گھر میں پڑھا جائے تعلیمی اور مطالعاتی حلقوں میں اس سے استفادہ کا اہتمام کیا جائے جناب الحاج عبدالقیوم صاحب نے یہ عظیم علمی کارنامہ انجام دے کر علمی ودینی لٹریچر میں بیش بہا اضافہ کردیا ہے ادارہ اشرفیہ نے شاندار طباعت سے اس کی عظمت وافادیت کو مزید چار چاند لگا دیئے ہیں۔

بابِ رحمت

افادات مولانا محمد اسلم تھانوی مدظلہ
صفحات ۸۰۔ قیمت درج نہیں، ناشر: اشرفیہ گیس سنٹر رشید آباد بالمقابل علی ہسپتال خانیوال روڈ ملتان۔

بابِ رحمت، بسم اللہ الرحمن الرحیم کی فضیلت، شان نزول، خدا تعالیٰ کی رحمانیت ورحیمیت اور اس سلسلہ کے حیرت انگیز مستند واقعات کا حسین گلدستہ ہے مولانا محمد اسلم تھانوی کی سلیس بیانی، جگہ جگہ موقع ومحل کے مطابق اشعار بالخصوص کلام مجذوب، روزمرہ کے اشلوں سے استشہاد اور واقعات وشواہد سے استدلال نے اس رسالہ کو اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے شروع کرنے کے بعد نہ چھوڑا جب ختم ہوا اب دوبارہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے یقیناً قارئین بھی اس کی قدر کریں گے کاغذ عمدہ، طباعت معیاری اور ٹائیٹل دیدہ زیب ہے۔

پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں

تصنیف، صاحبزادہ حافظ حقانی میاں صاحب۔
صفحات ۱۰۸، بہترین کور کارڈ، عمدہ طباعت، مضامین اپنے نام سے آشکارا ہیں۔

ناشر: دارالاشاعت اردو بازار کراچی ۱